جلد 14 شمارہ 13 دسمبر 2012ء محرم 1434ھ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا

اللہ

محبت

صداقت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسس وغیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت
گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فلاحِ آدمیت

نگران و سرپرست
محمد صدیق ڈار
توحیدی صاحب
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0300-6493335

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
Ph:055-3862835/055-4005431
فیکس نمبر: +92-55-3736841 ای میل: info@toheedia.net

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے   سالانہ فنڈ -/300 روپے

﴿اس شمارے میں﴾

دل کی بات

حالاتِ زمانہ کا شکوہ زبان زدِ عام ہے۔افراد معاشرہ ،ملکی اور بین الاقوامی سطح پر امتِ مسلمہ پر ہونے والے ظلم وستم کا تذکرہ کرتے نظر آتے ہیں۔پوری دنیا عدم استحکام کا شکار ہے۔ یہ دنیا کہاں سکون پائے گی؟ آخر اس سب کا انجام کیا ہوگا؟ایسے بہت سے سوالات ہیں جو آج ہر شخص کو پریشان کرتے ہیں۔اس کے باوجود افراد معاشرہ میں نہ وہ جذبِ دروں نظر آتا ہے، نہ وہ عقابی روح بیدار ہوتی ہے جو فضائے بدر پیدا کردے۔مذہبی حلقوں میں انفرادی واجتماعی دعاؤں کی کوئی کمی نہیں ،مگر بہتری کہیں نظر نہیں آتی۔اللہ تعالیٰ نے تو مسلمانوں کو دلوں کے اطمینان کیلئے ذکر کی تلقین فرمائی۔مشکل حالات میں صبر اور نماز سے مدد،اور جب دشمن سے مقابلہ ہو تو زیادہ سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے کا پیغام دیا۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ ہم تمام افراد صوفیاء کے حلقہ اور اہل ذکر میں شمار ہوتے ہیں۔ہم تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے ذریعے انسانی اخلاق وکردار کی اصلاح پر یقین رکھتے ہیں۔ افراد کی اصلاح کے ذریعے ہی ہم معاشرے کی اصلاح کے داعی ہیں۔ہمارے پاس دنیا کے درد کا علاج یعنی سکون قلب کا ساماں موجود ہے۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ روحانی فیض کے ذریعے اخلاص پر مبنی ہماری دعوت کے اثرات اور اخلاق وکردار کے نقوش ہر سو مثالی طور پر نظر آتے مگر اخلاق و کردار کی پختگی کے باوجود ہماری دعوت کی صداقت دنیا سے پوشیدہ ہے۔اس کی سب سے بڑی وجہ ہماری دعوتی کمزوری ہے۔

ہم بھی شاید سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ہونے کے باوجود صدیوں سے قائم صوفیانہ روایات کے امین بن گئے ہیں۔شاید ہم بھی معاملاتِ تصوف کو ایسے صدری نسخوں میں شمار کرنے لگے ہیں جن سے عوام الناس کو نہ صرف باز رکھا جاتا تھا بلکہ ایک عام انسان کو ان کے قابل ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔دعوتی حوالے سے ہمارا یہ طرزِ عمل کسی طرح بھی درست نہیں۔

ہمارے محسن ہادی ومرشد بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تو وہ سب کچھ لکھ دیا جو آپؒ سے پہلے کسی بزرگ نے نہیں لکھا۔ آپؒ نے سب کچھ بیان کر کے عمل کا درس دیا۔ شیخ سلسلہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدی بھی اسی رنگ ڈھنگ سے توحیدیہ تعلیمات کے آئینہ دار ہیں۔ گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی آپ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کی ترویج وترقی کیلئے بہت سے حلقہ جات کا دورہ کیا۔ آپ نے ضعف عمری کے باوجود تا حال فی الواقع بانی سلسلہؒ کے سچے پیروکار ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ اب ہر توحیدی کے دعوتی میدان میں عملی طور پر اترنے کا وقت ہے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے خود فرمایا تھا کہ میرا سلسلہ تیسرے خلیفہ کے دور میں مشہور ہو جائے گا۔ اس تیسرے خلیفہ کے دور کی مضبوط بنیادیں آج قائم ہو چکی ہیں، ان کے استحکام اور ترویج وترقی میں اپنا اپنا حصہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری انفرادی واجتماعی کاوشوں کو بارآور فرمائے اور ہمیں اس صدقہ جاریہ میں بھرپور حصہ ڈالنے کی توفیق، جذبہ اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام

احمد رضا خان

مدیر

درسِ قرآن (سورۃ البقرہ آیت 52-151)

سیّدقطب شہیدؒ ترجمہ: مولانا ساجدالرحمٰن صدیقی

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَO فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُواْ لِي وَلاَ تَكْفُرُونِ O

"جیسا کہ ہم نے (تم پر یہ انعام کیا کہ) تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جوتمھارے سامنے ہماری آیات تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ جو کچھ بھی سکھاتا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔لہذا تم میرا ذکر کرو میں تمھیں یاد رکھوں گا اور میرا شکرادا کرتے رہو، کفرانِ نعمت نہ کرو۔"

دعائے خلیل-ایک عظیم نعمت:

حضرت ابراھیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں عظیم پیغبروں کی اس دُعا کی بدولت انکی عرب میں آباد اولاد میں سے رسول اکرم حضرت محمدﷺ کونبوت سے نوازا جوانہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کے وقت دعافرمائی تھی کہ اس کے جوار میں رسول مبعوث فرمانے اور ایک اُمت برپا کرنے کی دعاتھی ۔اب اس قبیلے کی جانب تمہیں متوجہ کرنا اوراس طرح ملی تشخص کواُجاگر کرنا دراصل اسی نعمت کی تکمیل ہے جوتمھارے درمیان نبی آخرالزماںﷺ کو بھیج کر کی گئی۔یہ اللہ تعالی کا خاص کرم اورعظیم نعمت ہے کہ اس نے تمہیں صاحب رسالت اُمت بنایا اورتمھارے درمیان سے اپنا رسول منتخب فرمایا حالانکہ اس سے پہلے یہودی کہا کرتے تھے کہ آخری نبی ان کے درمیان مبعوث ہوگااور انہیں عربوں پر فتح یاب کرائے گا۔

تلاوتِ آیات:

نبی کریم ﷺ جو کچھ تلاوت فرماتے ہیں وہ برحق ہے۔اور کس قدر عظیم نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مخاطب ہو! اور اللہ کا رسول ﷺ اللہ کا کلام اس کے بندوں کو سنائے! یہ اس قدر بڑی نعمت ہے کہ اس کی حقیقت پر غور کرتے ہی قلب مومن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل اور احسان نہ ہو تو انسان کی کیا حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو اپنے کلمات کا مخاطب بنائے! درحقیقت یہ اللہ ربّ العزت کا بہت ہی بڑا فضل ہے کہ اس نے انسان کی تخلیق ہی اپنے نفخه روحانی سے فرمائی۔اسے مکرم ومشرف بنایا اور پھر اس کی ہدایت اور تزکیہ کے لئے نبی اور رسول بھیجے۔

تزکیہ

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تا کہ آپ ﷺ انسانیت کو شرک اور جاہلیت کی گندگی سے،تصوّرات وافکار کی برائیوں سے جذبات اور خواہشات کی بے اعتدالیوں سے پاک فرمائیں جو لوگ اسلام پر عمل پیرا ہو کر اپنے وجود کو پاک وصاف نہیں کرتے وہ جذبات وخواہشات کی گندگیوں میں پھنس جاتے ہیں اور گر کر اس قدر پست مقام پر آجاتے ہیں کہ جانور تک بھی اپنی حیوانی جبلّتوں کے باوجود ان انسانوں سے بہتر ہو جاتے ہیں جو ایمان سے خالی اور شہوات کے بندے ہوتے ہیں۔اسلام معاشرے کو ان تمام آلائشوں، برائیوں اور کمزوریوں سے پاک کر دیتا ہے جس میں ہر دور کے جاہلی سماج ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔

تعلیم کتاب وحکمت

دانائی تعلیم کتاب کا نتیجہ ہے اور ایک ایسا ملکہ ہے جو تمام معاملات کو ان کی جگہ رکھنے اور تمام امور کو ان کی اصل قیمت ووزن دینے کی صلاحیت عطا کرتا ہے اور یہ فہم عطا کرتا ہے کہ ان

احکام وہدایات کی اصل منشاء کیا ہے۔صحابہ کرامؓ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی اور جن کو رسولِ اللہ ﷺ نے اللہ کی آیات کے ذریعے پاک کر دیا تھا۔ان میں ملکہ پوری طرح راسخ ہوگیا تھا۔اہل عرب صرف اپنی قبائلی اور صحرائی زندگی کے بارے میں چند مختصر سی باتیں جانتے تھے۔اسلام نے انہی لوگوں سے ایک ایسا عظیم الشان اُمت پیدا فرمائی جس نے ساری انسانیت کی قیادت کی۔یہ قرآن ہی تھا جو اس اُمت کا راہنما اور اس کا تمام تر ذخیرہء معلومات تھا۔نبی کریم ﷺ اسی قرآن کریم کی عملی وضاحتیں اور تشریحات فرمایا کرتے تھے اور مسجد نبوی ہی تاریخ کا وہ عظیم ترین مرکز تھی جہاں سے ایسے افراد کار تیار ہو رہے تھے جن کی تاریخ انسانیت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

اگر اُمت مسلمہ آج بھی اس سرچشمہء ہدایت کی جانب رجوع کر لے اور ان پر پکا سچا ایمان لائے اور اسلام کو اپنی سماجی اور شہری زندگی میں عملاً برپا کر لے تو آج بھی اسلام ایسے افراد اور ایسا معاشرہ تیار کر سکتا ہے جو پوری انسانیت کیلئے راہنما اور مثالی معاشرہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی یاد شکر نعمت

آخر میں مسلمانوں کو نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ ان نعمتوں پر اللہ کے شکر گزار رہیں اور اس کو یاد کرتے رہیں تا کہ اللہ بھی تمہیں یاد رکھیں۔

کس قدر عظیم احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یاد فرماتا ہے!بندے انتہائی فقیر و بے قدرت اور اللہ تعالیٰ عظیم کائنات کا مالک،عظیم قدرتوں والا اور سارے جہاں کا مالک۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یاد فرماتا ہے اس سے بڑھ کر نعمت کیا ہوگی اور اس سے بڑھ کر احسان اور کیا ہوگا۔ "سوتم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔" اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں اس کی بخششوں کی کوئی انتہاء نہیں اور اسکے فضل عمیم کا کوئی حساب اور اندازہ نہیں۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " جو شخص مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے

دل میں یاد کرتا ہوں اور جو شخص مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں اس کو زیادہ بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔"

نیز حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: " اے ابنِ آدم! اگر تو مجھے دل میں یاد کرے گا تو میں بھی تجھے دل میں یاد کروں گا اور اگر تو مجھے جماعت میں یاد کریگا تو میں تجھے فرشتوں کی جماعت میں یاد کروں گا۔ اگر تو ایک بالشت میرے قریب آئیگا تو میں ایک گز تیرے قریب آؤنگا اور تو میرے پاس چل کر آئیگا تو میں تیرے پاس دوڑ کر آؤں گا۔"

یہ ایسا فضل و احسان ہے کہ جس کو الفاظ میں پیش نہیں کیا جاسکتا اور اس پر شکر کا اظہار صرف اس طرح ہوسکتا ہے کہ بندوں کے دل ہی بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ کی یاد دل کی گہرائیوں سے کی جائے۔ اس کی ذات وصفات کا زبردست شعور پیدا کیا جائے اور اسکی اطاعت میں زندگی کھپادی جائے۔ تا کہ روزِ قیامت مومن ذاتِ باری کے دیدار سے مشرف ہو کر اس ایمان ویقین کا صلہ حاصل کرے۔

" اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔"

اللہ تعالیٰ کے شکر کے متعدد درجات ہیں۔ ابتدائی درجہ اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اسکی معصیت سے اجتناب ہے اور آخری درجہ یہ ہے کہ اس کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ، دل کی ہر دھڑکن اور دل میں گزرنے والا ہر خیال شکرِ الٰہی بن جائے۔ اس مقام پر کفر سے ممانعت اس جانب اشارہ ہے کہ ذکر اور شکر کی مسلسل کوتاہی کفر کی جانب لے جاتی ہے اس لئے مومن کو ذکر و شکر میں لگا رہنا چاہیے۔ اور ذکر و شکر کی حقیقت کو ہر وقت سامنے رکھنا اُمتِ مسلمہ کے لئے ناگزیر اور ضروری ہے تا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس اُمت کو یاد رکھے کیونکہ جس کو اللہ نے بھلا دیا وہ ضائع اور ختم ہوگیا۔ جب مسلمان اللہ کو یاد کیا کرتے تھے تو اللہ نے ان کو بلند کیا تھا اور ان کو دنیا کی قیادت عطا فرمائی تھی جب انھوں نے بھلا دیا اللہ نے بھی انہیں فراموش کر کے انھیں ذلّت و پستی کی گہرائیوں میں پھینک دیا۔ (انتخاب: ارشد علی شاہ)

اسباب زوالِ اُمت

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

مسلمانوں کے زوال کی وجوہات معلوم کرنے کیلئے ان کے نقائص اور خامیوں پر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو بے اختیار یہ مثل یاد آتی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی؟ اونٹ کی تو ممکن ہے کوئی کل شاید سیدھی بھی ہو، لیکن اِس اُمت مرحومہ کی تو واقعی کوئی بھی کل سیدھی نہیں ہے۔ عقائد، عبادات، علم، اخلاق، معیشت اور معاشرت، جس لحاظ سے بھی دیکھو کجی اور کجروی کے سوائے کچھ بھی نظر نہیں آ تا، اِن اسباب زوال کو تفصیلاً بیان کرنا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ اِس لئے ہم صرف وہ بڑے بڑے سبب بیان کریں گے جو دیگر تمام اسباب پر حاوی ہیں۔ آسانی کی غرض سے اِن تمام وجوہات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک داخلی اسباب، دوسرے خارجی اسباب، پہلے داخلی اسباب کا بیان:

داخلی اسباب میں سب سے بڑا سبب تو یہ ہے کہ ہم نے ان اصولوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے جو قرآن نے جماعت کی شیرازہ بندی اور اجتماعی قوت پیدا کرنے کیلئے مقرر کئے ہیں یہاں ہم ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ بیان کریں گے کہ اب مسلمان ان پر کس طرح عمل کر رہے ہیں۔

توحید مذہب اسلام کا سب سے پہلا اور بنیادی اصول توحید یعنی اس بات پر کامل ایمان رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ہر لحاظ سے ایک اور بے مثل ہے۔ کسی لحاظ سے بھی اس کا کوئی شریک نہیں، وہ اس کائنات کا خالق ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے۔

قُلِ اللّٰہ خَالِقُ کُلِّ شَیٍ وَّ ھُوَالْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (الرعد۔16)

ہر شے کو اس نے اپنی مرضی اور مصلحت سے جیسا چاہا اور جس نہج پر چاہا پیدا کیا ہے۔ جس طرح چاہے اسی طرح رکھتا ہے۔ اس نے اپنی مرضی سے انسان کو جس قدر چاہا اختیار بخشا ہے اور

جس قدر چاہا مجبور رکھا ہے۔اس کے سوائے اور کوئی نہ تو کسی کا کچھ بنا سکتا ہے نہ بگاڑ سکتا ہے۔ ان اور دیگر امور میں وہ کسی کے آگے جواب دہ نہیں ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کل مسلمان توحید کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس ذات قدسی صفات نے اللہ تعالیٰ سے تعلیم پا کر مسلمانوں کو یہ عقیدہ سکھایا اوراس پر شدت و سختی سے کاربند رہنے کا حکم دیا، بے شمار مسلمان آج خود اسی کو خدا مانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ احد اور احمد میں فقط میم کا فرق ہے اور یہ میم مادہ کی ہے۔مطلب یہ ہوا کہ احد جب مادی لباس میں ملبوس ہو کر اس زمین پر جلوہ گر ہوا تو احد سے احمد بن گیا، ورنہ درحقیقت دونوں نام ایک ہی ذات احدیت ماب کے ہیں۔استغفر اللہ! یہ عقیدہ صرف ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں میں پایا جاتا ہے اوراس کے ماننے والوں کی جماعت مشتمل ہے ایک خاص قسم کے صوفیوں اوران کے مریدوں پر جن کی تعداد لاکھوں سے زیادہ ہے۔ہند اور پاکستان تک اس عقیدے کے محدود ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہندوستان کے ہندوؤں میں ہزار ہا سال سے اوتاریت کا عقیدہ رائج اور راسخ ہے ہمارے صوفیاء نے جب دیکھا کہ ہندوؤں کا پرمیشور تو رام، کرشن اور رشیوں منیوں کا روپ دھار کر بار بار دنیا میں آتا اور ہندوؤں کی اصلاح اور مدد کرتا رہتا ہے تو ہم کیوں ان سے پیچھے رہیں، چنانچہ انہوں نے جھٹ یہ عقیدہ گھڑ مارا،مریدوں کو پہلے ہی یہ سکھایا جاتا ہے۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

انہوں نے بے چون و چرا اس ہفوات کو تسلیم کر لیا۔صوفیوں نے سینکڑوں مقالات اور کتابیں اس پر لکھیں۔شاعروں نے ہزارہا شعر، نظمیں اور گیت اس پر کہے۔پیروں کی مجلسوں اور بزرگوں کے عرسوں پر ڈوموں، قوالوں اور رنڈیوں نے اس کی تبلیغ کی۔نتیجہ یہ ہوا کہ بے شمار لوگ آج اس کو حقیقت جانتے اور مانتے ہیں اور کوئی نہیں دیکھتا کہ قرآن اس کی بابت کیا کہتا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ کی احادیث کیا بیان کرتی ہیں۔اگرچہ یہ عقیدہ صرف جہلاء ہی تک محدود ہوتا تو

بھی ہم صبر کر لیتے، رونا تو یہ ہے کہ اچھے خاصے تعلیم یافتہ اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس کے معتقد ہیں اور علی الرغم قرآن و احادیث اس کی ترویج کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ تو بلا شبہ استثناء رسول کو خدا مانتے ہیں، لیکن زیادہ ایسے ہیں جو حضور ﷺ کو تقریباً ہر بات میں خدا کا شریک گردانتے ہیں۔ اس قسم کے مضامین اور اشعار جمع کیے جائیں تو ایک طومار ہو جائے، اس لئے مشتے نمونہ از خروارے صرف دو شعر لکھتے ہیں۔ ایک صاحب فرماتے ہیں۔

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لوں گا میں محمد ﷺ سے

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس شاعر کے نزدیک اللہ تعالیٰ کس قدر بیچارہ (نقل کفر کفر نہ باشد) اور محمد ﷺ کس قدر رقادر مطلق ہیں۔ دوسرے کسی شاعر کا شعر ہے:

کہتا ہوں میں رسول مرا کارساز ہے
یہ کفر وہ ہے جس پہ کہ ایماں کو ناز ہے

ذرا اس ''کہتا ہوں میں'' کا ٹھاٹھ ملاحظہ فرمایئے۔ شاعر صاحب کا انداز بیان یہ ہے کہ قرآن لاکھ کہے کہ کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور رسول اللہ ﷺ لاکھ اس کی تصدیق فرمائیں یہ سب غلط (نعوذ باللہ) مگر ''میں جو کہتا ہوں'' اور علی الاعلان کہتا ہوں، ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں، خم ٹھونک کر کہتا ہوں اور علی الرغم قرآن و حدیث کہتا ہوں کہ میرا کارساز تو صرف رسول ہی ہے، یہ صحیح اور پھر یہ بھی کہ اگر ایسا کہنا کفر ہے تو ہوا کرے میں اس ایمان کی کیا پرواہ کرتا ہوں جس پر قائم رہنے کا حکم قرآن اور حدیث میں ہے۔ واہ کیا ڈھٹائی ہے، کیا پختہ ایمان ہے، کیسی اچھی تعلیم ہے جو ایک گری ہوئی قوم کو دی جا رہی ہے۔

وائے گر در پس امروز بود فردائے

قرآن میں آنحضور ﷺ کے متعلق جو آیات ہیں ان میں سے چند ایک کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

(۱) محمد ﷺ کچھ نہیں ایک رسول ہیں پہلے بھی بہت سے رسول ہو گزرے ہیں پھر اگر وہ فوت

ہوجائیں یا قتل کردیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر واپس لوٹ جاؤ گے(آل عمران(143-44)

(۲) اے محمدﷺ کہہ دے کہ نہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب داں ہوں نہ فرشتہ(الانعام آیت(50)

(۳) کہہ دو کہ مجھ کو نہیں معلوم میرا کیا ہونا ہے اور تمہارا کیا ہونا ہے(الاحقاف آیت(9)

(۴) کہہ دو کہ مالک نہیں اپنے برے بھلے کا بھی (الاعراف آیت 188)

(۵) کہہ دو میرے ہاتھ میں نہیں تمہارا برا بھلا (الجن آیت 21)

ان کھلی اور صاف آیات کی موجودگی میں حضورﷺ کو خدا ماننا، قادر مطلق جاننا یا کسی لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا کہاں کا اسلام ہے اور کون سی مسلمانی ؟ قرآن کریم میں حضورﷺ کی بے انتہا توصیف اور بڑائی بیان کی گئی ہے لیکن یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ حضورﷺ کسی حیثیت سے بھی اللہ تعالیٰ کے شریک یا برابر ہیں، حضورﷺ کی سب بڑی بزرگی تو یہ ہے کہ اور نبی تو صرف اپنی اپنی قوم کے لئے آئے، لیکن آپﷺ تمام دنیا کے لئے معبوث ہوئے اور حضورﷺ کی وساطت سے دنیا کی ہدایت کے لئے وہ آخری اور قطعی آئین نافذ ہوا جس کا نام قرآن ہے۔ اگر آپﷺ پیدا نہ ہوتے اور آپ کے ذریعہ قرآن اور اخلاق محمدی کی تعلیم دنیا کو نہ دی جاتی تو کون صحیح اندازہ کر سکتا ہے کہ آج دنیا کس حال میں ہوتی۔ حضورﷺ کی بعثت کے وقت نہ صرف یورپ بلکہ دنیا کے ہر ملک میں وحشت و بربریت کا دوردورہ تھا اور انسان کو انسان کھا رہا تھا۔ ساری دنیا میں یہ ایک معمولی بات تھی کہ صاحبان اقتدار اپنے مجرموں، غلاموں اور بے گناہ معتوب لوگوں کو شیروں اور کتوں سے پھڑواتے، زندہ گڑواتے اور دیواروں میں چنوا دیتے تھے۔ اکثر ملکوں میں دختر کشی عام تھی اور ہندوستان میں دختر کشی کے علاوہ پتھر کی مورتیوں کے آگے انسانی جانوں کی قربانیاں دی جاتی تھیں اور بیوہ عورتوں کو اپنے مردہ شوہروں کے ساتھ جلنا پڑتا تھا اس وقت صرف اسلام ہی تھا جس نے یہ بتایا کہ مساوات اور امن و امان سے رہنے کے طریقے کیا ہیں، وہ قرطبہ، غرناطہ، بغداد اور دمشق کی اسلامی درس گاہیں ہی تو تھیں جہاں یورپ اور دنیا کے دوسرے ممالک سے آکر لوگ اخلاق

حسنہ اور تہذیب و شرافت کے معنے سیکھتے تھے ۔ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب صرف اسلامی تہذیب کا آفتاب نصف النہار پر تھا،اس وقت علم واخلاق کی روشنی سوائے اسلامی ممالک کے اورکہیں سے حاصل ہو ہی نہ سکتی تھی ۔اس لئے آج جو کچھ بھی کسی قوم کے پاس ہے اس کا منبع صرف اسلام ہی کا سرچشمہ ہے ۔الغرض رسول خدا کی تمام بزرگی اور بڑائی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور حضور ﷺ کی تعلیم سے وہ اخلاق پیدا ہوا جس نے آج دنیا کو تمدنی ارتقاء کے موجودہ مقام تک پہنچایا ۔ہمارا اپنا ایمان وعقیدہ تو یہ ہے کہ دنیا میں جتنے انسان اب تک پیدا ہوئے ،اب موجود ہیں یا قیامت تک پیدا ہوں گے،حضور اکرم ﷺ تمام خوبیوں میں ان سب سے بدرجہا افضل واکرم ہیں اور حضور ﷺ کی شان میں یہ کہنا بلا مبالغہ درست ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کیا یہ بات حضور ﷺ کی بڑائی اور عظمت کے لئے کافی نہیں جو حضور ﷺ کو خدا ہی مانا جائے اور اس کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کی جائیں اور قصے گھڑے جائیں ۔جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ ہم نے خدا کو حضور ﷺ ہی کے ذریعہ سے جانا ہے لہٰذا ہمارے لئے تو جو کچھ بھی ہیں حضور ﷺ ہی ہیں ۔اگر حضور ﷺ نہ ہوتے تو خدا کا تصور بھی نہ ہوتا۔ ہم اس بات کی صداقت کو سو فیصدی تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ آپ سبب کو مسبب اور واسطہ کو مقصود ٹھہرالیں ۔اے رسول اللہ کی محبت کے دعویدارو! سچی محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ محبوب کا حکم آنکھ بند کرکے مانا جائے ۔پھر بتاؤ کہ جب قدم قدم پر حضور ﷺ نے اپنے عبد ہونے کا اقرار کیا ہے تو تم ان کو کسی حیثیت سے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک کس طرح ٹھہرا سکتے ہو۔ اگر تم ایسا کرتے ہو تو اسلام یا بانی اسلام کی کوئی خدمت نہیں بجالاتے بلکہ اپنے محبوب ﷺ کی حکم عدولی کے ساتھ ساتھ اسلام کو نقصان پہنچاتے ، دوسری قوموں میں مسلمانوں کو ذلیل کرتے اور خدا اور رسول ﷺ کی ہنسی اڑواتے ہو۔غیر مسلم اقوام میں اسلام کی تبلیغ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

،لیکن آج کل کی دنیا میں محض معجزات وکرامات اور خوارق عادات بیان کر کے دوسروں کو مسلمان کرنے کی کوشش کرنے سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوسکتا، ایسی باتوں سے آج کے متمدن اور دانشمند لوگ اسلام کی طرف مائل نہیں ہوسکتے بلکہ نفرت کرنے لگتے ہیں۔ یاد رکھو کہ آج سائنس کی اس ترقی کے باوجود یورپ وامریکہ کو تسکین روحانی اور عالمی امن وامان کے لئے ٹھوس اور قطعی اصولوں کی سخت تلاش اور جستجو ہے۔ تمہیں چاہئے کہ قرآن کی تعلیم اور رسول خدا ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے یہ اصول ان کے سامنے پیش کرو۔ دیکھو! زمانہ بدلتا رہا ہے، بدل رہا ہے، بدلتا رہے گا۔ معاشرت بدلے گی، معیشت کے طریقے بدلیں گے، خیالات میں تبدیلی آئے گی، افکار میں تغیر ہوگا لیکن جہاں تک دنیا میں امن وآسائش سے زندگی گزارنے کا سوال ہے قرآن قیامت تک نوع انسان کو صحیح طریقے بتاتا اور صراط مستقیم دکھاتا رہے گا اے رسول اللہ ﷺ کی محبت ووراثت کے دعویدارو! نئی شاہراہوں پر بھی قرآن کی سرچ لائٹ ڈالو تاکہ سائنس کے دیوانوں اور ماہ ومشتری کے مسافروں کو اس روشنی میں اپنا راستہ نظر آجائے اور وہ بھی محمد ﷺ کی غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈال لیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہؓ کی باری ہے، لیکن صحابیوں میں صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات بابرکت آیات ہی ایسی ہے جن کو بہت سے مسلمان خدا کی طرح حاضر وناظر، قادر وقیوم، اور قاضی الحاجات مانتے ہیں اور نصیری تو سچ مچ خدا ہی جانتے ہیں۔ نہ معلوم ان مسلمانوں کو انسانوں کے خدا بنانے میں کیا مزہ آتا ہے ورنہ کیا حضور شیر خداؓ کی بزرگی اور بڑائی کے لئے یہ حقائق کافی نہیں کہ آپ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان، رسول خدا ﷺ کے سب سے عزیز صحابی، مددگار، دوست اور داماد تھے۔ کیا آپ کی عزت وتکرمت کے لئے یہ کچھ کم ہے کہ آپ دنیا کے سب سے بہادر سپاہی، لشکرِ رسول ﷺ کے سب سے جری مجاہد اور اسلام کے سب سے بڑے فدائی تھے۔ کیا آپ کی فضیلت ورفعت کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ آپ سب سے پکے زاہد، عابد، صالح، متقی، اخلاق محمدی ﷺ کا مکمل نمونہ اور آنحضور ﷺ کے تمام علوم ظاہری وباطنی کے حامل

اورقاسم ہیں۔صحابہ کے بعد آئمہ کرام ہیں،ان قدسی صفات بزرگوں میں سب سے زیادہ قابل ذکرہستی جناب سیدنا امام حسینؓ کی ہے،جن کے متعلق بے شمار مسلمان وہی عقائد رکھتے ہیں جو اوپر رسول اکرمﷺ اور علی معظمؓ کے ضمن میں بیان ہوئے۔دل چاہتا تھا کہ حضور کی تعریف میں کچھ لکھا جائے لیکن بخدا جس قدر آپ کے اخلاق و کردار پر غور کیا، دماغ مفلوج ،قوت بیان کو لنگ اور زبان قلم کو گنگ پایا اور ان چار مصرعوں سے بہتر مضمون سمجھ میں نہ آیا جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپ کی شان میں تحریر فرمائے ہیں یعنی۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین دین است حسین ودین پناہ است حسین
سر داد ونداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کون حسینؓ؟ وہ کہ جہاں اس کے پدر بزرگوار نے دور اوّل میں ذوالفقار تابدار سے فتنہ ارتداد کا سر قلم کر کے قصر اسلام کی بنیادیں محکم کی تھیں ،وہاں دور ثانی میں اس نے خود اپنا سر قلم کرا کے اسلام کی گرتی ہوئی عمارت کو تھام لیا۔ہاں وہی حسینؓ جن کی یادگار میں ہم ہر سال محرم کے عشرہ اول میں سوگ مناتے ہیں۔

محرم میں کیا ہوتا ہے؟تعزیے بنائے جاتے ہیں۔سبیلیں لگائی جاتی ہیں،مہندی اور ذوالجناح وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں،مجالس عزا قائم کی جاتی ہیں،جن میں بہت تھوڑا سا کردار حسینؓ اور بہت زیادہ واقعات کربلا بیان کئے جاتے ہیں عزاء خواں خود بھی روتے ہیں ،اوروں کو بھی رُلاتے ہیں،ماتم ہوتا ہے،شیعہ بھائی 13 دن تک سیاہ کپڑے پہنتے ہیں،بھوکے پیاسے،برہنہ سر اور برہنہ پا رہتے اور زمین پر سوتے ہیں۔دسویں کی رات اور دن میں تعزیوں کے جلوس نکلتے ہیں جن کے ساتھ مرثیہ خواں مرثیے اور سوز پڑھتے ہیں۔ماتم کرنے والے ماتم کرتے ہیں اور بعض لوگ زنجیروں سے سینہ کوبی کر کے لہولہان ہو جاتے ہیں۔پٹا،بنوٹ اور گتکے کے اکھاڑوں میں ماہرین اپنا اپنا ہنر دکھاتے ہیں،منتیں ماننے والے منتیں مانتے اور تعزیوں نذریں اور مٹھائیاں

چڑھاتے ہیں۔منتوں کی نشانیوں میں کپڑوں کی دھجیاں اور کلاوے باندھے جاتے اور جناب امامؑ سے براہ راست درخواستیں کی جاتی ہیں کہ ہماری فلاں منت پوری ہوگئی تو آئندہ سال فلاں چیز تعزیہ پر چڑھائی جائے گی۔الغرض! بڑا بھاری میلا ہوتا ہے جس میں صرف چند آنکھیں اشکبار اور چند دل سوگوار ہوتے ہیں، باقی سب دنیا خوش وخرم نظر آتی ہے۔لوگ ہنستے ہیں، قہقہے لگاتے ہیں، تحفے خریدتے ہیں، مٹھائیاں کھاتے ہیں، سگریٹ کے دھوئیں اُڑاتے اور تماشا دیکھ کر اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ ہماری آنکھوں نے ہندوستان علی الخصوص جنوبی ہند کے اکثر شہروں اور قصبوں میں یہ دیکھا ہے کہ تعزیوں کے ساتھ رنڈیاں اور لونڈے ناچتے اور نہایت بازاری اور فحش گیت گاتے ہیں۔لوگ شراب پی کر آتے اور رنگ رلیاں مناتے ہیں۔پہلی ہی تاریخ سے کچھ لوگ شیر بنتے ہیں یعنی صرف ایک لنگوٹ باندھ کر سارے بدن پر زرد پینٹ ملتے ہیں، اس پر کالی دھاریاں بناتے ہیں، منہ پر شیر کا مقوہ اور پیچھے دم لگاتے ہیں۔دونوں ہاتھوں میں ہرن کا ایک ایک سینگ پکڑتے اور پینترے بدل بدل کر کچھ ناچتے اور کچھ تھرکتے تمام بازاروں میں دن بھر گھومتے پھرتے ہیں۔اس کے پیچھے ایک تاشہ والا تاشہ بجاتا ہے، یہ شیر جس حلوائی یا شراب والے کی دکان پر جاتے ہیں وہی ان کو مٹھائی اور شراب مفت پیش کرتا ہے۔ہم نے وہاں کے عوام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو ہم کو بتایا گیا کہ ان آدمیوں کے اندر ولی گھس گئے ہیں۔دسویں کے جلوس میں طرح طرح کے سوانگ رچائے اور تماشے دکھائے جاتے ہیں، لوگ عمدہ عمدہ لباس پہنتے اور ٹھاٹھ سے میلے میں جاتے ہیں، شاگرد پیشہ چپڑاسی اور چھٹی رساں انعام طلب کرتے ہیں اگر ان سے پوچھو کہ کیسا انعام! تو کہتے ہیں کہ کیا آج بڑی عید نہیں ہے؟

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ، لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَا بِاللّٰہِ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم ٥

ہم پوچھتے ہیں کہ اس پچھلی خرافات سے قطع نظر کر کے جو کچھ پہلے بیان کیا گیا ہے اگر اس میں سے سب باتیں بلا استثناء صحیح اور درست بلکہ ثواب عظیم ہوں تو بھی اے علیؓ اور حسینؓ کے

عاشقو! کیا یہی طریقہ ہے اس شہیدِ اعظم کا سوگ اور اس ''ذبحِ عظیم'' کی یادگار منانے کا۔ اگر تمہاری سمجھ میں اس سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں آتا تو پھر کم سے کم اسی کو قاعدے اور قرینے سے مناؤ۔ یہ محرم کے میلے کیا ہوتے ہیں؟ ایک اژدہام بے ہنگام ہوتا ہے، نہ کوئی تنظیم ہوتی ہے نہ انتظام۔ ان میلوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ ان میں سید الشہداء کے کردار اور اس شہادتِ عظمیٰ کے مقصد کی تبلیغ کراؤ اور مسلمانوں کو اسلام کے دفاع میں مرنا سکھاؤ۔ مرثیہ اور سوز خوانی ہو یا بینڈ باجوں پر نوحہ سرائی، پٹا بازی ہو یا ماتم آرائی جو کچھ بھی ہو قاعدے، قرینے اور ضبط و نظم کے ساتھ شاندار طریقے سے ہو۔ تربیت یافتہ رضا کاروں کے فوج در فوج دستے ہوں، ایک سی وردی، ایک سے پٹکے ہوں، وہی سب کام اور میلے کا انتظام و اہتمام خوبی و تندہی سے انجام دیں۔ متمدن قوموں کے میلوں اور ضبط و نظم سے کچھ سبق لو اور غیر قوموں کی نظر میں اپنی اور اسلام کی سبکی نہ کراؤ۔ تم اگر اتنا بھی کر لو تو بہت ہے، لیکن سچ پوچھو تو جس کارنامہ اعظم کی تم یادگار منانا چاہتے ہو اس کے لحاظ سے تو یہ سب کچھ بھی ایک طفلانہ عقیدت مندی سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

کیا حسینؓ نے اسی لئے جان دی تھی اور سجدے میں سر کو اسی لئے کٹایا تھا کہ ہر سال محرم کے دس بارہ دن تم تعزیہ سازی، مرثیہ گوئی اور سینہ کوبی کرو، بھوکے پیاسے رہو اور چند آنسو بہا کر سال بھر کے لئے خاموش بیٹھ جاؤ اور بس۔ اگر تمہارے خیال میں یہی کافی ہے تو پھر نہ تم اس شہیدِ اعظم کی عظمت کو سمجھے ہو نہ اس شہادتِ عظمیٰ کے مقصد کو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ حسینؓ نے سر کٹایا تھا صرف تعلیمِ قرآن کی بقا اور اپنے مقتدر نانا محمد عربی ﷺ کے اسوہ حسنہ کو رہتی دنیا تک برقرار رکھنے کے لئے۔ اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے اس کارنامہ عظیم کی یادگار کا مقصد بھی یہی اور صرف یہی ہونا چاہئے۔ کیا تمہارے خیال میں آج اسلام خطرات سے گھرا ہوا نہیں ہے اور کیا اس کی حفاظت و بقا کے لئے آج پھر اسی قربانی کی ضرورت نہیں جو حسینؓ نے پیش کی تھی اور کیا آج پھر اسی راہ پر گامزن ہونا فرض نہیں ہو گیا ہے جس پر کل حسینؓ گزرا تھا۔

خوش نویس کی تختی (مجالسِ فقیر)

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب)

بانیِ سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرمایا کرتے تھے راہِ سلوک میں ترقی جلدی یا دیر سے ہونا شیخ پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ تمھاری اپنی سرشت اور ذہنی و روحانی بناوٹ پر منحصر ہوتا ہے۔ جن لوگوں میں روحانی آثار جلدی پیدا نہ ہوں ان کو گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ برابر اپنے کام کا جائزہ لیں۔ اگر اخلاق بہتر ہو رہا ہے، برائیوں سے کراہت اور نیکیوں سے محبت بڑھ رہی ہے تو روحانی ترقی کا ہی نتیجہ ہے۔ پھر بھی کئی بھائی شکایت کرتے رہتے ہیں کہ اتنی دیر ہوگئی اللہ اللہ کرتے، لیکن روحانی ترقی محسوس نہیں ہوتی۔ دراصل جو چیز ہر روز تھوڑا تھوڑا بڑھ رہی ہو وہ کیسے محسوس ہو۔ جیسے چھوٹا بچہ حقیقت میں تو ہر روز ہی بڑھ جاتا ہے لیکن گھر والے اس کے قد میں اضافہ محسوس نہیں کرتے۔ دہلی میں ایک خوش نویس ہوا کرتے تھے ان کے شاگردوں نے بھی ایسی شکائتیں کرنا شروع کیں کہ اتنے ماہ ہوگئے ہیں لیکن خوش خطی میں کوئی خاص تبدیلی تو نظر نہیں آتی۔ انھوں نے اس کا بڑا اچھا علاج ڈھونڈا۔ جوں ہی کوئی نیا شاگرد ان کے مکتب میں داخلہ لیتا وہ اس سے تختی لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیتے۔ جب کوئی شاگرد اس قسم کی شکایت کرتا تو ریکارڈ میں رکھی ہوئی اوّل والی تختی اسے نکال کر دکھا دیتے۔ وہ خود ہی ان دونوں میں واضح فرق دیکھ کر قائل ہو جاتا۔ اب روحانیت میں کوئی اس قسم کی تختی نہیں ہے ورنہ ہم بھی لکھوا کر رکھ لیتے تاکہ سالکین اپنی روحانی ترقی کو واضح طور پر دیکھ کر شکائتیں کرنا بند کر دیتے۔ یہ یقینی بات ہے کہ جن لوگوں میں روحانی آثار دیر میں پیدا ہوتے ہیں وہ ہرگز گھاٹے میں نہیں رہتے اور آخر میں ان لوگوں سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں جن میں آثار روحانی جلدی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو بھی استقامت کے ساتھ تعلیم پر عمل کرتا ہے اس کی برابر ترقی ہوتی رہتی ہے چاہے اسے کچھ بھی دکھائی نہ دے۔

انسانی فیصلہ، روحانی مدد

(قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب)

یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ ایمان لانے یا نہ لانے میں انسان قطعی آزاد ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ صلاحیتوں کا صحیح استعمال کر کے اپنی ذات، کائنات کی فطرت اور خالق کائنات کو پہچان جائے اور اللہ کے دین میں داخل ہو جائے تو اسے دنیا کی زندگی میں بھی اللہ کی تائیدونصرت ملے گی اور آخرت میں بھی اللہ کی رضا اور جنت کی نعمتوں سے نوازا جائے گا جو شخص اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو حق شناسی کی بجائے اپنے خالق و مالک کے احکام کی خلاف ورزی میں لگا دے تو اس کا یہ اختیاری فیصلہ احکم الحاکمین کے خلاف بغاوت گردانا جائے گا اور اس کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید اور اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے توسط سے شکر و کفر، حق و باطل، نور و ظلمات اور ہدایت و ضلالت کی راہوں کو بالکل واضح کر دیا اور دونوں راستوں کے انجام سے بھی انسان کو خبردار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب اپنی اصل صورت میں موجود اور ہر انسان کی دسترس میں ہے۔ یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اور دنیا کی سینکڑوں زبانوں میں اس کے ترجمے بھی دستیاب ہیں۔ ہر انسان کو چاہئے کہ تلاش حق کی سچی لگن کے ساتھ کتاب ہدایت کا مطالعہ کرے اور پھر اچھی طرح غور و فکر کر کے پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنی زندگی کے بارے میں خود فیصلہ کرے کہ آیا کروڑوں مسلمانوں کی طرح اس نے ازلی اور ابدی حقائق کو تسلیم کر کے اپنے ربّ کی بندگی کی راہ پر چلنا ہے یا آئین خداوندی سے بغاوت کر کے من مرضی کی زندگی بسر کرنی ہے۔ اس اہم ترین فیصلہ کے وقت کوئی بیرونی طاقت انسان پر اثر انداز نہیں ہوتی لیکن جب وہ اپنے انتخاب عمل کے اختیار کو استعمال کر کے ایمان اور کفر میں سے کسی ایک کے حق میں فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس کے

بعد اللہ تعالیٰ کا روحانی نظام حرکت میں آجاتا ہے۔جس کے تحت دونوں قسموں کے انسانوں کو معاونت اور امداد ملتی رہتی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔

(ترجمہ) "جولوگ ایمان لائے ہیں ان کا دوست اللہ ہے کہ ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو کافر ہوئے ان کے دوست شیطانی گروہ کے ارکان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔(البقرۃ۔257)

اس آیت مبارکہ میں بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کے ولی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مومن اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔البتہ ولایت کے مدارج میں فرق ہوسکتا ہے کفار کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کے حمایتی اور دوست تو بہت زیادہ ہیں۔اس طرح انسانوں کے دو گروہ بن گئے۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کا گروہ اولیاء الرحمٰن کہلاتا ہے اور کفر کرنے والا گروہ اولیاء الشیطان کہلاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو عقائد باطلہ کے اندھیروں، گناہوں کی تاریکیوں اور برے اخلاق و کردار کی غلاظتوں سے نکال کر توحید و رسالت، لطافت وطہارت، تہذیب وشرافت اور اپنی اطاعت ومحبت کے اجالوں کی طرف لے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ مومنین پر صلواۃ ورحمت بھیجنے اور ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کرنے کے لئے فرشتوں کو لگا رکھا ہے۔اللہ رحیم وکریم کی اس خصوصی رحمت کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل قرآنی آیات سے ہوجائے گا۔

(ترجمہ) اللہ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔تا کہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔(الاحزاب۔43)

(ترجمہ)"ہم اپنے رسولوں کی اور جولوگ ایمان لائے ہیں انکی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے یعنی قیامت کو بھی"۔(المومن۔51)

(ترجمہ)''سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انکو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی ۔اللہ کی باتیں بدلتی نہیں ۔یہ تو بہت عظیم کامیابی ہے"(یونس ۔62 تا 64)

(ترجمہ)"جو فرشتے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں ۔اور مومنوں کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے اے ہمارے رب ان کو ہمیشہ رہنے کے بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور انکی اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی ۔بے شک تو غالب حکمت والا ہے اور ان کو برے اثرات سے بچا لے اور جس کو تو اس روز برے اثرات سے بچالے گا تو بے شک اس پر مہربانی فرمائی اور یہی بڑی کامیابی ہے"(المومن ۔7تا 9)

(ترجمہ)"اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دلوں میں الفت پیدا کر دی اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے"(الانفال ۔63)

(ترجمہ)"جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ڈٹ گئے ان پر فرشتے اتریں گے یہ بتانے کو کہ نہ تو خوف کرو اور نہ ہی غمگین ہو اور جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ۔ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی ۔وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے حاضر ہوگی"(حم السجدۃ ۔30 تا 31)

اولیاءاللہ یعنی اہل ایمان کے لئے مخصوص روحانی اعانت کے ذکر کے ساتھ ساتھ اولیاء الشیطان کیلئے جو نظام قائم کر رکھا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی آگاہ کر دیا ہے ۔جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے انکار کر کے نماز اور ذکر سے منہ موڑ لیتے ہیں ان کی روحانی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ۔(ترجمہ)"اور جو کوئی اللہ کے ذکر سے آنکھیں بند کر لے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے"(الزخرف ۔36)

''ہم نے شیطانوں کوان لوگوں کا دوست اور ساتھی بنادیا ہے جوایمان نہیں رکھتے'' (الاعراف۔27)
(ترجمہ) شیطان نے ان کو قابو میں کرلیا اور ان کواللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔یہ حزب الشیطان یعنی شیطان کا لشکر ہے اور سن رکھو کہ حزب الشیطان والے نقصان اٹھانے والے ہیں'' (المجادلہ۔19)
محولہ بالا آیات سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے روحانی نظام انسان کے اپنے فیصلے کے بعد سرگرم عمل ہوتے ہیں۔اس حقیقت کوانسان کی عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہرقوم جزاوسزا کے لئے جوملکی قوانین بناتی ہے۔ ان کی بنیاد ہی یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔ہرمجرم کوجرم کی نوعیت کے مطابق سزا دینا اور اچھے کام کرنے والے کومناسب انعام واکرام سے نوازنا ہی عدل وانصاف ہے نابالغ بچوں اور فاتر العقل بالغوں کے لئے جس طرح دنیوی قوانین میں گنجائش رکھی جاتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے آئین میں بھی ان کے لئے معافی رکھی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نوازنے کے لئے بے شمار روحانی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔جولوگ ایمان کی راہ کا انتخاب کر کے نماز اور ذکر کی پابندی کرتے اور تقویٰ اور توکل والی زندگی گزارتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قلبی اور روحانی مسرت واطمینان، حلاوتِ ایمان اور لذتِ عرفان جیسے انوکھے تجربات سے آشنا کراتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی رحمتوں ،فرشتوں کی دعاؤں اور روحانی بشارتوں کے نزول کے اثرات سے مومن ہرقسم کے خوف وحزن سے نجات حاصل کر کے اللہ کے بھروسہ پر مطمئن زندگی بسر کرتا ہے اور ہرحال میں خوش رہتا ہے اللہ کی محبت، شیوہ تسلیم ورضا اور دائمی ذکر کی برکت سے اس کا ہردن بلکہ ہرسانس اسے اللہ کے اور زیادہ قریب کرتا چلا جاتا ہے۔ جوقوم اللہ کے دین کی شمع بردار بن کر اُٹھتی ہے اسے اطمینان قلب اور روحانی کشائش کی نعمتیں عطاء کرنے کے ساتھ ساتھ فراخی رزق اور کثرت اولاد سے بھی اس کی قوت میں اضافہ کیا جاتا ہے اور خلافت ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھ دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے دنیوی خوشحالی کے جو وعدے فرمائے ہیں انہیں ایمان اور صالح اعمال کے ساتھ مشروط کر رکھا ہے۔آخرت کی زندگی پرایمان

لانا اللہ کے دین کا نہایت ہی اہم جزو ہے اسے تسلیم کئے بغیر نہ تو انسان زندگی کو مجموعی حیثیت سے سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی اسلام میں داخل ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن واحادیث آخرت کے حالات وواقعات سے بھرے پڑے ہیں۔آخرت کی زندگی میں اہل ایمان اور کفارومشرکین کے مقامات اور حالات میں تو زمین وآسمان کا فرق ہوگا لیکن اس جہان میں بھی ان کی زندگیوں میں بہت فرق ہے پہلے ہم قرآن کریم کی وہ آیات یہاں درج کرتے ہیں جن میں خاص رحمتوں اور برکتوں کا بیان ہے جو مومنین کے شامل حال ہوتی ہیں۔

(ترجمہ)''آپ پوچھئے کہ زینت وآرائش اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں انکو حرام کس نے کیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے تو خاص انہی کا حصہ ہونگی۔اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے''(الاعراف۔32)

(ترجمہ)''اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگار ہو جاتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تو تکذیب کی سوان کے اعمال کی سزا میں ہم نے انکو پکڑ لیا''(الاعراف۔96)

(ترجمہ)''نوح علیہ السلام نے کہا کہ اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔وہ تم پر آسمان سے لگا تار مینہ برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغات عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لئے نہریں بنا دے گا''(نوح۔12)

(ترجمہ)''ھود علیہ السلام نے کہا اے قوم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائے گا اور تمہاری طاقت پر طاقت بڑھائے گا اور تم گنہگار بن کر روگردانی نہ کرو''(ھود۔52)

(ترجمہ)''اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بھی اپنی اپنی قوموں کی طرف رسول بھیجے تو وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔سو جن لوگوں نے نافرمانی کی ہم نے ان سے بدلا لے کر

چھوڑا اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی‘‘(الروم۔47)

محولہ بالا آیات سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی زندگی میں بھی مومنین کی مدد فرماتے ،انہیں مصائب و آلام سے نجات دیتے اور دنیوی مال ومتاع فراوانی سے عطا کر کے انکی قوت میں اضافہ کرتے ہیں ۔اب کفار ومشرکین اور تارکین ذکر وصلوۃ کی زندگی کی جھلک دکھانے کیلئے چند قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں ۔(ترجمہ)’’اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور روز قیامت ہم اسے اندھا اٹھائیں گے‘‘(طہٰ۔124)

(ترجمہ)’’کفار کے مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں ۔اللہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں ہی سے انہیں دنیا میں عذاب کرے اور جب ان کی جان نکلے تو اس وقت بھی یہ کافر ہوں‘‘(التوبہ۔85)

(ترجمہ)’’کفار کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی سزا ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے اور انکو اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں‘‘(الرعد۔34)

انسان جس طرح زندگی بسر کرتا ہے اس کے مطابق ہی اس کا انجام ہوتا ہے ۔نزع کی گھڑی میں مومنین کو جنت کی جھلک اور کفار کو جہنم کا منظر دکھایا جاتا ہے ۔اسی لئے موت کے وقت اللہ والوں کے چہرے دمک اٹھتے ہیں اور ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی ہے ۔زندگی کی آخری ساعت کے حالات کے بارے میں قرآن کریم کی آیات ملاحظہ ہوں ۔

(ترجمہ)’’جب فرشتے متقین کی جانیں نکالنے لگتے ہیں تو یہ پاک ہوتے ہیں فرشتے سلام علیکم کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اپنے اعمال کے بدلے جنت میں داخل ہو جاؤ‘‘(النحل۔32)

(ترجمہ)’’کاش آپ اس وقت کی کیفیت دیکھتے جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں ۔وہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب عذاب آتش کا مزہ چکھو‘‘(الانفال۔50)

(ترجمہ)’’اگر مرنے والا مقربین میں سے ہو تو اس کے لئے آرام اور خوشبو دار پھول اور نعمت کے باغ ہیں اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہے تو اسے کہا جائے گا کہ تجھ پر داہنے

ہاتھ والوں کی طرف سے سلام ہو۔اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہو تو اس کیلئے کھولتے پانی کی ضیافت اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انسانی زندگی کی حقیقت، اس کے اغراض و مقاصد، دنیا و آخرت میں حقیقی کامیابی کے اصول اور اللہ کی رضا کے حصول کے طریقے کھول کھول کر بیان کر دیے ہیں اور ہر ممکن طریقے سے انسانی ضمیر کو جگانے اور رجوع الی اللہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے آخری رسول سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ نے شدید مخالفتوں، مزاحمتوں اور عداوتوں کا مقابلہ کر کے اللہ کا یہ پیام انسانوں تک پہنچایا اور اس پر عمل کر کے بھی دکھایا۔اللہ کا دین عقل کے اپنے تراشے ہوئے نظریات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ ازلی و ابدی حقائق پر مشتمل ایک مکمل نظام حیات ہے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ موت کے بعد ہر انسان کو اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے اور وہاں وہ اپنی ہر چھوٹی بڑی نیکی یا برائی کو حاضر پائے گا۔اس کا رب دنیوی زندگی میں اس کی کارکردگی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرمائے گا۔موجودہ دور میں علماء کرام اور صوفیاء عظام رحم اللہ اجمعین کا حقیقی کام بھی یہی ہے کہ اللہ کا پیام لوگوں تک پہنچا کر انہیں خواب غفلت سے بیدار کریں اور اللہ کی طرف بلائیں۔جو لوگ ایمان لا کر آخرت کی حقیقی زندگی کو سنوارنے کیلئے سرگرم عمل ہو جائیں گے وہ فلاح پا جائیں گے اور جو مادی لذات اور نفسانی خواہشات میں پھنس کر اللہ اور یوم آخرت کو بھول جائیں گے وہ اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے۔اللہ کا دین اللہ کی طرف سے اس کے پیارے رسول ﷺ کی طرف سے اور تمام مومنوں کی طرف سے تمام دنیا کے انسانوں کیلئے نیک نصیحت اور خیر خواہی کا پیام ہے۔دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچنے اور اللہ کی جنت میں داخل ہونے کی دعوت ہے۔اللہ کے دین میں مادی آنکھوں سے پوشیدہ عالم آخرت کے بارے میں مکمل خبر اور تفصیل موجود ہے لیکن اللہ کی منشاء کے عین مطابق دعوت دین کے نظام میں جبر کا کوئی مقام نہیں ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور رحمتہ للعلمین ﷺ کو بھی یہی ارشاد فرمایا (ترجمہ)''بے شک آپ کے ذمہ پیغام پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمے ہے''(الرعد۔40)

باباجی قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کا خط بنام شہزاد محمود (ملتان)

مورخہ: 21-06-2011

یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں بہت سے صفاتی ناموں سے بھی آگاہ فرمادیا۔ اُس کے نام صرف 99 نہیں ہیں بلکہ اس کے صفات اور ناموں کا شمار ممکن نہیں ہے۔ یہ 99 صفات وہ ہیں جو انسان کے اندر بھی ہیں اور انسان ان صفات کا ادراک رکھتا ہے۔ اس لئے حکم ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہے وہ اپنے اندر اللہ کی صفات پیدا کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم ہے تو وہ رحمٰن بندوں کو ہی پسند کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کو بھی قرآن کریم میں رؤف و رحیم فرمایا ہے۔ محبت کا تقاضہ ہی یہ ہوتا ہے کہ محبوب کی پیاری پیاری صفات ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائیں تو محبوب بھی ہم سے محبت کریگا۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

؎ خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات

اللہ تعالیٰ کے ہر صفاتی نام کے انوار و تجلیات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ انسان جس صفاتی نام کا ذکر کرے گا اس پر اسی نام کی تجلیات وارد ہونگی اور ان اسماء سے متعلقہ جو امور ہونگے وہ سدھر جائیں گے۔ مثلاً رزق کی تنگی دور کرنے کے لئے یاربّ، یا رزّاق، یا وھاب وغیرہ۔ بیماری سے شفاء کے لئے یا شافی یا کافی، یا سلام، یا ارحم الراحمین۔ جہاں زندگی کو خطرہ ہو، یا حفیظ، یا سلامُ وغیرہ۔ ان صفاتی ناموں کے وظیفے اسی لئے بتائے جاتے ہیں۔ اور اللہ کی ذات سے محبت مقصود ہے تو پھر اسم ذات "**اللّٰہ**" ہر سانس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ہمارے بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ متعلقہ صفاتی ناموں کے وظیفے ہی کرنے کو بتایا کرتے تھے اور بہت ہی نفع بخش ہیں۔ مسلمانوں کی زندگی میں بِسم اللّٰہ شریف اور **الحمد** شریف سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہیں۔ ان دونوں میں دو صفاتی نام الرحمٰن اور الرحیم ہیں اس لئے ہر مومن کو اس رنگ میں رنگا ہونا چاہیے۔ قرآن میں مومنوں کو رُحماءُ بَینَھُمْ فرمایا گیا۔

کھلا دل

(جاوید چوہدری)

ہمارے سامنے ذہنی معذور نوجوان بیٹھا تھا وہ نوجوان ہوش وحواس سے بہت دور دنیا کے ہر تقاضے سے محروم تھا چاول کی پلیٹ اس کے سامنے پڑی تھی اور وہ جانوروں کی طرح دونوں ہاتھوں سے چاول پھانک رہا تھا آدھے چاول اس کے منہ سے واپس پلیٹ میں گر جاتے تھے اور وہ چپڑ چپڑ نگل جاتا تھا اس کے منہ سے رال بھی ٹپک رہی تھی اور ناک کے ایک سوراخ سے سیاہ گندی رطوبت سرک کر ہونٹ پر آکر ٹھہر گئی تھی اور اس کے منہ چلانے کیساتھ ہر بار یوں محسوس ہوتا تھا یہ رطوبت اس کے منہ میں چلی جائے گی اس کے سر پر کھمبیوں جیسے بڑے بڑے پھوڑے تھے اور ان پھوڑوں سے پیلے رنگ کی گاڑھی پیپ نکل رہی تھی اور پیپ پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں وہ جھنجھناہٹ سے تنگ آکر مکھیاں اڑاتا تھا تو یہ کمرے کا چکر لگا کر دوبارہ اس کے سر پر بیٹھ جاتی تھیں اس کی گردن پر میل تارکول کی طرح جمی تھی اور کپڑوں سے بو کے بھبھوکے اٹھ رہے تھے ناخن لمبے اور ناتراشیدہ تھے اور ان میں میل جمی تھی اس کی ایڑھیاں پھٹی تھیں پاؤں پر کیچڑ کی تہہ جمی تھی اور رہ گیا اس کا جسم تو شاید اسے نہائے کئی برس ہو چکے تھے۔ غرض وہ ہر لحاظ سے بدبو، کراہت اور بدصورتی کا خوفناک نمونہ تھا ہم صاف ستھرے پڑھے لکھے اور جمالیاتی حسوں سے لبریز لوگ تھے اور بابا جی کے پاس روح کی گتھیاں سلجھانے کیلئے آئے تھے بابا جی ہمارے درمیان موجود تھے ہم نرم اونی قالین پر گاؤ تکیوں کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے ہمارے سامنے چائے کے کپ پڑے تھے درمیان میں مٹھائی کی طشتری تھی اور ہم روح کی باریکیوں پر گفتگو کر رہے تھے۔

ہمارے ساتھ نفسیات کے ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر بھی تھے یہ تصوف پر ریسرچ کر رہے تھے اور یہ اس ریسرچ کے سلسلے میں دنیا جہاں کی سیر کر چکے تھے وہ ہمیں بتا رہے تھے روح کا وزن 21یا67 گرام ہوتا ہے، یہ جب انسان کے جسم سے نکلتی ہے تو انسان کا وزن 21یا 67 گرام

کم ہوجاتا ہے، باباجی بڑے غور سے یہ گفتگو سن رہے تھے لیکن ڈاکٹر کی گفتگو میں تسلسل نہیں آرہا تھا ہم سننے والے بھی ڈسٹرب تھے۔ آپ خود اندازہ کیجئے آپ خوبصورت علمی ماحول میں بیٹھے ہوں اور آپ کے اردگرد سکالر لوگ جمع ہوں لیکن ان سکالرز کے عین درمیان ایک پاگل نوجوان بیٹھا ہو اور یہ نوجوان دونوں ہاتھوں سے چاول پھانک رہا ہو، مکھیاں اُڑاتا ہو اور اس کے بدن سے بو کے بھبھوکے اٹھتے ہوں اور اس کے سر سے پیپ بہہ بہہ کر ماتھے پر گر رہی ہو اور ناک کی رطوبت ہونٹوں پر آ کر رک گئی ہو اور گردن پر میل کی لکیریں کھدی ہوں اور ان لکیروں کے درمیان سے اس کی خارش زدہ سرخ جلد نظر آتی ہو تو کیا آپ روح اور روحانیت جیسے حساس موضوع پر گفتگو کر سکیں گے، کیا آپ ڈسٹرب نہیں ہونگے ،آپ بھی یقیناً ڈسٹرب ہونگے لہذا ہم بھی پریشان تھے اور ہماری یہ پریشانی بار بار ہماری گفتگو کا ربط توڑ رہی تھی اور ہم بے چینی میں بار بار کروٹیں بدلتے تھے باباجی ہماری پریشانی بھانپ گئے انہوں نے خادم کو اشارہ کیا، خادم گرم پانی کی بالٹی لے آیا اس نے وہ بالٹی پاگل نوجوان کے قریب رکھ دی وہ اس کے بعد سٹیل کی ایک خالی پرات لایا، صاف ستھرا تولیا لایا، باریک ململ کا ایک تھان لایا اور سارا سامان پاگل نوجوان کے قریب رکھ دیا اس کے بعد باباجی اپنی جگہ سے اٹھے نوجوان کے پاس آئے ،خادم سے اس کے سامنے سے چاولوں کی پلیٹ اٹھوائی نوجوان کے منہ پر پیار سے ہاتھ پھیرا، تھان سے ململ کا بڑا سا ٹکڑا پھاڑا ،اس کا گولہ بنایا، بالٹی میں ڈبویا اور ململ کے کپڑے سے نوجوان کا سر اور منہ صاف کرنے لگے، وہ ململ پانی میں ڈبوتے تھے، اس کے سر اور منہ پر پھیرتے تھے اور اس کے بعد پرات میں نچوڑ دیتے تھے۔پانی میں شائد لیموں اور شیمپو گھلا ہوا تھا ہمیں دور سے شیمپو اور لیموں کی خوشبو آرہی تھی، یہ منظر پہلے منظر سے زیادہ عجیب تھا۔آپ خود اندازہ کیجئے، ایک نہایت ہی معزز اور پڑھا لکھا صوفی بزرگ اپنی نشت گاہ میں قالین پر ایک مجذوب نوجوان کا منہ دھو رہا تھا اور وہ نوجوان خوشی سے دانت نکال رہا تھا۔باباجی نے اسے گردن تک صاف کیا اس کے بعد اس کے ہاتھ اور پاؤں دھوئے اور اس کے بعد خادموں کو اشارہ کیا، خادم بالٹی، پرات، ململ کا تھان اور اس نوجوان کو اٹھا کر باہر لے گئے، باباجی نے تو لئے

سے ہاتھ صاف کئے اور دوبارہ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ ہم حیرت سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے، وہ مسکرائے اور ہماری طرف دیکھ کر بولے "یہ پاگل پاگل نہیں، یہ میرا اللہ سے براہ راست رابطہ ہے، یہ میری روحانیت، میرا تصوف ہے "ہم نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا، وہ بولے" ہمارے دل اور روح کے درمیان ایک راستہ ہوتا ہے، یہ ہدایت، سلوک اور مسرت کا راستہ ہے، آپ جب اس راستے پر پاؤں رکھ دیتے ہیں تو آپ اللہ کے نور اور خوشبو کو اپنے اردگرد محسوس کرتے ہیں، یہ خوشبو اور نور آپ کو وہ مسرت دیتا ہے جو آپ کو زندگی کی کوئی دوسری کامیابی دنیا کی کسی دوسری لذت میں نہیں ملتی چنانچہ آپ دنیا اور اس کے تقاضوں سے لاتعلق ہو جاتے ہیں، تصوف دنیا کی مکروہات سے لاتعلقی کا نام ہے، صوفی موم کے اس کاغذ کی طرح ہوتا ہے جسے آپ رنگوں کے ڈرم میں ڈبو دیتے ہیں لیکن آپ اسے جونہی باہر نکالتے ہیں اس کے جسم پر کسی رنگ کا چھینٹا تک نہیں ہوتا، صوفی رنگوں کی اس دنیا میں رہتا ہے لیکن موم کے کاغذ کی طرح اس پر بھی دنیا کا کوئی رنگ نہیں چڑھتا لیکن موم بننے کیلئے دل کا وہ راستہ کھولنا پڑتا ہے جو روح کی طرف نکلتا ہے" "ہم نے پوچھا" "یہ راستہ کہاں ہوتا ہے" "وہ بولے" "یہ راستہ دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ہوتا ہے اور انسان اس وقت تک اس راستے تک نہیں پہنچ پاتا جب تک یہ اپنا دل کھلا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں یہ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی رزق، صحت، زندگی، عزت، شہرت اور دولت دیتا ہے یہ خدائی کے دعویداروں کو بھی کسی چیز کی کمی نہیں آنے دیتا، یہ ہرن کو بھی بڑے پیار سے پالتا ہے اور خنزیر کو بھی خوراک، پانی، پناہ اور زندگی دیتا ہے یہ آپ پر بھی مہربان ہے اور یہ اس پاگل نوجوان کی ضرورتوں سے بھی واقف ہے، یہ مائیکروسکوپک جرثوموں سے لے کر وہیل مچھلیوں تک سب پر کرم اور رحم کرتا ہے اور یہ اپنے بڑے سے بڑے گستاخ پر بھی زندگی کی رسی دراز رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ وسیع القلب ہے اور یہ وسیع القلب لوگوں کو پسند کرتا ہے چنانچہ آپ جب اپنا دل کھولنے لگتے ہیں، آپ دل میں وسعت پیدا کر لیتے ہیں تو آپ کے دل میں چھپا وہ راستہ کھل جاتا ہے جو آپ کو روح کی طرف لے جاتا ہے اور آپ اس کے بعد روح کے اس گلستان میں اتر جاتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا نور

اور خوشبو دونوں ہیں"۔ ہم حیرت سے ان کی طرف دیکھتے رہے۔ بابا جی نے فرمایا "آپ جب تک اپنا دل کھلا نہیں کرتے آپ کے پہلو میں پہنچ کر جب تک ہندو، سکھ، عیسائی، بدھ، ملزم، مجرم گنہگار اور دنیا دار سب سکون محسوس نہیں کرتے، یہ خود کو محفوظ نہیں سمجھتے، آپ پر اس وقت تک روحانیت کے دروازے نہیں کھل سکتے، بابا جی بولے" آپ کی نظر میں یہ نوجوان پاگل یا مجذوب تھا لیکن یہ میرے لئے روحانی سکون، روحانی وظیفہ اور روحانی منزل تھا، یہ میرے دل کی وسعت کا امتحان تھا میں اگر اس سے نفرت کرتا، پرہیز کرتا یا میرے دل میں کراہت پیدا ہو جاتی تو شائد اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہو جاتا اور مجھ سے اپنا نور اور اپنی خوشبو چھین لیتا یہ نوجوان جب تک میرے پاس بیٹھا رہا میں اپنا دل ٹٹول ٹٹول کر دیکھتا رہا اور مجھے محسوس ہوا میرے دل میں کسی جگہ اس کے بارے میں کوئی کراہت نہیں، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس شکر کے بدلے میں نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر، منہ، ہاتھ اور پاؤں دھوئے، میرے ملازم اب اسے نہلا رہے ہیں یہ نہلانے کے بعد اسے میرے کپڑے پہنائیں گے اور میں اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں گا یہ اللہ کے کرم کا چھوٹا سا شکر ہو گا۔ بابا جی نے لمبی سانس لی اور آہستہ سے "بولے آپ کو اولیائے کرام کے ڈیروں، مزاروں اور گدیوں پر ایسے درجنوں مجذوب ملیں گے یہ مجذوب ان کی ولی ہونے کی نشانی ہوتے ہیں، ولی کا دل کھلا ہوتا ہے یہ کبھی ان سے کراہت محسوس نہیں کرتا چنانچہ مجذوب لشکروں کی شکل میں ان کے ڈیروں پر آتے رہتے ہیں جبکہ آپ ان مجذوبوں کو کبھی کسی دنیا دار کی دہلیز پر نہیں دیکھیں گے کیوں؟ کیونکہ دنیا دار کا دل تنگ ہوتا ہے یہ ایسے لوگوں کو برداشت نہیں کرتا چنانچہ دنیا دار اللہ کے نور اور خوشبو سے بھی دور ہوتے ہیں اور روحانی منازل سے بھی" بابا جی رکے" لمبا سانس لیا اور بولے" روح کے دروازے کی چابی اکثر ان لوگوں کے پاس ہوتی ہے جن سے دنیا کو کراہت آتی ہے آپ اگر روح کے سمندر میں ڈوبنا چاہتے ہیں تو اپنا دل کھلا کریں اور ان لوگوں کا منہ دھوئیں جو خود اپنا منہ نہیں دھو سکتے آپ کو اللہ تعالیٰ مل جائے گا ورنہ آپ عبادات کی گلیوں میں پھرتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ سے دُور رہ دُور اور دُور ہوتا جائے گا یہاں تک کہ آپ اللہ کی الف تک نہیں پا سکیں گے۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

اسلامی سالِ نو کا آغاز اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں

(ترجمہ: مفتی محمد حسین)

حرم کعبہ کے امام شیخ عبدالرحمٰن السدیس کا فکر انگیز خطبہ کا ترجمہ مضمون کی شکل میں تلخیص کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے:

ایک مکمل سال گزر گیا، ہماری عمر کا ایک ایسا حصہ گزر گیا، جواب قیامت تک ہرگز لوٹ کر نہیں آسکتا۔ ایک سال کا مکمل ہو کر دوسرے سال کا شروع ہونا اس دنیا کے فناء اور اس کے تیزی سے گزرنے کا واضح اشارہ ہے۔ مہینے اور سال اسی طرح گزرتے جارہے ہیں اور ہم غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ سالِ گزشتہ میں ہم نے جیسے اعمال کیے ہونگے، اسی کے مطابق یہ سال یا ہمارے حق میں گواہ بنے گا یا ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

اے اللہ کے بندو! ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم اللہ کے سامنے اپنے اعمال اور اپنے اوقات کے جوابدہ ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم روزمرّہ کے حوادث و واقعات سے عبرت حاصل کریں اور اس سال کے اختتام پر اپنے اعمال پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ ہم نے گزشتہ سال میں کیا کیا؟ اور اللہ کے سامنے کیا اعمال پیش کیے؟ ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ اپنے اوقات کن کاموں میں صرف کیے، اگر ہم نے اچھے اعمال کیے ہیں تو اس پر اللہ کا شکر اور اسکی تعریف بیان کریں۔ اور اگر برے اعمال کیے ہیں تو پھر فوری طور پر اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں

اے علمائے اُمت اور مبلّغینِ ملت! تم اپنی ذمہ داری نبھانے کے سلسلے میں اللہ کا خوف اختیار کرو، نیکی کی تلقین کرنے اور برائی سے منع کرنے کے معاملہ میں خوب جدوجہد سے کام لو، ہر میدان میں فساد پھیلانے والوں کا خوب مقابلہ کرو۔

اے اُمتِ اسلامیہ! ہم اپنے مقاماتِ مقدسہ کے معاملہ میں کسی کے سودے بازی کے قائل نہیں، ہم اپنے بنیادی عقائد اور اصولوں سے کبھی انحراف اور دستبردار نہیں ہونگے۔

یہ بات خوب اچھی طرح ذہین نشین کرلیں کہ مسلمانوں کا کل کا دشمن آج کا دوست ہرگز ہرگز نہیں بن سکتا۔ جولوگ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن کل تھے، آج بھی ہیں، ان سے خیر کی توقع مت کرو، دشمنان اسلام مسلمانوں کوایک ہی کمان سے ہلاک کردینا چاہتے ہیں، ان کے تیرانداز مختلف ہیں، لیکن کمان ان سب کے پاس ایک ہی ہے، جس کا رخ صرف اور صرف مسلمانوں کی جانب ہے۔ لہذا اس معاملہ کی اہمیت کا اندازہ کرواوران سے مقابلے کے لئے اپنی تیاری مکمل رکھو۔

اے اہلِ اصلاح وتربیت ! یاد رکھو کہ مسلمانوں کی اصلاح کیلئے حکمرانوں اور رعایا دونوں کوایک دوسرے سے تعاون کرنا ہوگا۔ رعایا کوچاہیے کہ وہ حکمرانوں کے حقوق کو پہچانیں اور انکوقبول کریں۔ جبکہ حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ رعایا کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ یہ سب کچھ دلوں کی صفائی اور نہایت منظم منصوبے کے ذریعے ممکن اور قابل عمل ہے۔

قرآن وسنت، سلف صالحین اور دین اسلام کے اعلیٰ وارفع مقاصد کے پیش نظر رکھتے ہوئے قواعد شرعیہ کی روشنی میں دین کی دعوت وتبلیغ کیلئے اچھے اسلوب اختیار کریں۔

اے ماہرین تعلیم ! دینی ، دنیوی تعلیم کے مناہج اور نصاب تعلیم اور نشریاتی اطلاعاتی وسائل کواس طرح سے منظم کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ چیزیں دین کی دعوت وتبلیغ کا ذریعہ بنیں خاص کرآج کے سیٹلائیٹ کے دور میں ان وسائل اطلاعات ونشریات کوغیر اخلاقی اور غیر شرعی امور سے پاک کرنے کی سخت ضرورت ہے تاکہ یہ وسائل تمام عالم اسلام میں اخلاق کی تربیت کا ذریعہ بنیں نہ کہ اخلاقی فساد کا۔

بہرکیف ہرمیدان میں ہرشخص کواپنا محاسبہ کرنا چاہیے، انشاءاللہ خیر ہی خیر ہوگی، دعا ہے کہ مسلمانوں کواللہ کی جانب سے اس سال کے اختتام پر اپنا اپنا محاسبہ کرنے، گناہوں سے توبہ کرنے اور نئے سال کے اعمال صالحہ پر کمربستہ ہونے اور عزم نو کے ساتھ تجدید عہد کی توفیق حاصل ہوجائے۔ اب آپ اپنا محاسبہ کریں، اس کام کوآئندہ اور مستقبل پر ٹالنے سے بچیں،

اس لئے کہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے، موت ہمیشہ ناگہانی اوراچانک آتی ہے۔

جولوگ اس دنیا کی زندگی کے دھوکے میں مبتلا ہیں، اس کی چمک دمک سے متاثر ہیں، اللہ کی معصیت اوراس کی نافرمانی میں اپنا وقت ضائع کررہے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوجائیں۔دنیا کی زیب وزینت سے نکل کرآخرت کی تیاری کریں۔بہت سی غفلت ہوچکی، اللہ کے حکم سے بہت روگردانی ہوچکی، روزمرّہ کے واقعات ومشاہدات سے عبرت حاصل کریں۔

اے اللہ کے بندو!اعمال کا اعتبار اختتام سے ہے۔لہذا اللہ تعالیٰ سے حسنِ خاتمہ کی دعا کریں، اس سال کے اختتام سے زندگی کے خاتمے کو یاد کریں اور نئے سال میں منتقل ہونے سے آخرت کی طرف منتقلی کو یاد کریں۔حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ "اے ابنِ آدم!تمہاری زندگی چند دنوں سے عبارت ہے، ہر دن زندگی کا حصہ ہے، ہر دن کے گزرنے سے زندگی کے حصّے ختم ہوتے جارہے ہیں۔"

سلف صالحین میں سے کسی کا قول ہے کہ " وہ شخص کیسے خوش رہ سکتا ہے جس کے دن مہینوں میں اور مہینے سال میں اور سال عمر کی تکمیل کی طرف جارہے ہیں، وہ شخص کیسے خوش رہ سکتا ہے کہ جس کی عمر اسے اپنی انتہا کی جانب لے جارہی ہو۔"

اے اللہ کے بندو!ذرا غور کرو کہ اس سال ہم نے اپنے کتنے دوستوں، اعزہ واقارب کو رخصت کیا، کتنے لوگوں کو ہم نے قبروں کی منوں مٹی میں دفن کیا، ہم بھی اس قبر کے راستے پر ہیں، ہم بھی ایک دن وہیں پہنچ جائیں گے کہ جہاں وہ لوگ پہنچ چکے ہیں۔

ہمارے سامنے عبرت کے کتنے سامان ہیں، خود اپنی ذات میں غور کرنے سے ہی کتنی چیزیں ایسی ملتی ہیں کہ جونصیحت حاصل کرنے کیلئے کافی ہیں۔جس شخص کو اپنی ذات سے خود نصیحت وعبرت حاصل کرنے کا داعیہ پیدا نہ ہواس کو کوئی وعظ ونصیحت فائدہ نہیں دیتی۔

اپنے سال گزشتہ کے اعمال کو خیال کی اسکرین پر لائیں اور ان اعمال پر غور کریں اور یہ مت بھولیں کہ یہ اعمال قیامت کے روز ایک مرتّب شدہ ریکارڈ کی شکل میں سامنے پیش ہوں گے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: جس دن اللہ ان سب کو اُٹھائے گا تو جو کام وہ کرتے رہے ہیں، ان کو بتلائے گا، اللہ کو وہ سب کام یاد ہیں اور یہ ان کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔" (سورة المجادلہ)

اب آپ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنا محاسبہ کریں اور اللہ سے اعمال صالحہ کا عہد کریں۔ آخر کب تک ہمارے شعور بیدار نہیں ہونگے ؟ کب تک ہم (اعمال صالحہ میں) آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کریں گے؟ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وقت کے ساتھ ہمارے اعمال صالحہ میں اضافہ ہوتا اور ہم سختی کے ساتھ اپنے اپنے بنیادی عقائد اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر قائم رہتے اس لئے کہ ہمارا عقیدہ اور اس کے مطابق اعمال صالحہ اس اُمت اسلامیہ کے انفرادی و اجتماعی مسائل کا حل اور علاج ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ کے سامنے اپنی علمی اور عملی جدوجہد میں ثابت قدمی اور استقامت کیلئے تجدید عہد کریں، کیا ہم اُمتِ اسلامیہ سے انفرادی واجتماعی سطح پر یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ اس نئے سال میں وہ اپنی صفوں میں اتحاد اور اتفاق قائم کریں گے؟ انتشار وافتراق ختم کر کے جاہلیت، وطنیت، قومیت، تعصّبات کے جھنڈے سرنگوں کر کے صرف اور صرف کلمہ طیّبہ کے جھنڈے تلے متحد ہو جائیں گے اور اپنی صفوں کو اسلام دشمنوں کے خلاف مضبوط کریں گے۔ یہ توقع اور اُمید ہر اس شخص کو ہونی چاہیے جو اُمت اسلامیہ کے احوال پر غور وفکر کرتا ہے اور اُمت اسلامیہ کے احوال کی بہتری کو اہمیت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم گذشتہ سال کو اس نیک شگون کے ساتھ رخصت کریں کہ انشاءاللہ عزت وسربلندی اسلام کا مقدر اور نصرت وفتح اہلِ اسلام کو حاصل ہوگی۔

سلام

(مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور ﷺ کا ایک فرمان نقل کرتے ہیں کہ:

"سلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ جسے اس نے زمین پر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا اُسے آپس میں پھیلاؤ۔ اگر ایک مسلمان کچھ لوگوں کے پاس سے گزرتا ہوا انہیں سلام کرے تو اس کو ایک درجہ فضیلت ان لوگوں سے زیادہ حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کو سلام یاد دلایا۔ اگر وہ لوگ اس کے سلام کا جواب نہ دیں تو اس کا جواب وہ دیتا ہے جو ان سب سے بہتر اور پاکیزہ ہے (یعنی خود اللہ تعالیٰ یا اس کا کوئی مقرب فرشتہ)۔"

اسمائے الٰہیہ میں صرف "سلام" ہی ایسا اسم نہیں جو زمین پر رکھ دیا گیا ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ پوری کائنات ہی اسمائے الٰہی کا مظہر ہے۔ "اللہ" کا لفظ تو اسمِ ذات ہے، باقی تمام اسماء اس کے اسمائے صفات ہیں۔ وہاں ذات و صفات کچھ اس طرح پیوستہ ہیں کہ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ بجلی اور بجلی کے کرنٹ دونوں کچھ اس طرح متصل ہیں کہ ان دونوں کو جدا کرنا مشکل ہے۔ جو بجلی ہے وہی کرنٹ ہے۔ اللہ کی ذات و صفات کا بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ اگرچہ اس کیلئے کوئی مثال پوری طرح چسپاں نہیں ہوتی۔ لیس کمثلہ شئی بلکہ اگر اس کی ذات کو الگ کر کے صرف صفات کو ایک دوسرے سے الگ کیا جائے تو یہاں اس کا تصور نہیں ہو سکتا۔ کائنات کی ہر چیز الگ الگ اس کی صفت کا مظہر ہیں بلکہ ہر ذرہ اسکی تمام ملی جلی صفات کا مظہر ہے۔ انسان کا نصب العین ہی یہی ہے کہ وہ تمام صفات الٰہیہ کو اپنے اندر اسی الٰہی تناسب اور توازن کے ساتھ ایک وحدت بنا کر سمو لے۔ یہی ہے صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ میں رنگ جانا) صفات الٰہیہ کو اپنے اندر جذب کر لینا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات تو سب زمین پر اتار دی گئیں ہیں اور ہر ایک کو اختیار کرنا بندے کا فرض ہے۔

السلام بھی الرحمٰن کی طرح ایک بنیادی صفتِ خداوندی ہےاور ہر ذرہ کائنات کی فطرت میں اسکی طلب موجود ہے۔کون سا ذی روح ہے جو اپنی سلامتی نہیں چاہتا؟ اپنے جسم کی، اپنی جان کی، اپنے مال واولاد کی، اپنے مسکن کی، اپنے ہم جنس کی سلامتی ہر ذی روح چاہتا ہے۔ اورذوی العقول کو کچھ اس سے آگے سلامتی بھی چاہیے۔وہ اپنی عزت وآبرو کی بھی سلامتی چاہتے ہیں اوراعلیٰ اخلاقی اقدار کی سلامتی کے بھی خواہاں ہیں۔ **فا فشوہ بینکم**: اس سلام کو اپنے اندر رواج دو اور پھیلاؤ۔

یہ محض سلام(salute)تحیت نہیں بلکہ ایک مسلمان کی پوری زندگی اوراس کے وہ بلندترین مقاصداس میں سموئے ہوئے ہیں۔**سلم** یعنی امن، صلح، آشتی سلامتی ہے۔ **السلام علیکم** کا مطلب اپنے ایک اندرونی جذبہ صادق کا اظہار ہے یعنی جس سلامتی کی طلب کائنات کے ایک ایک ذرے میں موجود ہے اور جو سلامتی ہم خود اپنے لئے چاہتے ہیں اسی سلامتی کی آرزو ہم دوسروں کیلئے بھی رکھتے ہیں۔سلامتی و امن کی خواہش ہی اسلام کا مقصد ہے اگر سلامتی و امن کی خواہش کے بغیر السلام علیکم کی تکرار اور بھر مار ہوتی رہے تو یہ افشائے سلام نہ ہوگا۔اے ہمارے ربّ تو سراسر سلام ہے، ساری سلامتیوں کا اوّل منبع بھی تو ہے اور آخری مرجع بھی تو ہے۔ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ اور سلامتی کے گھر میں داخل فرما۔اے ہمارے ربّ! تو برکت والا ہے اے ذوالجلال والاکرام! تو بلند وبالا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا اسلام میں کون سا عمل بہتر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (محتاجوں کو) کھانا کھلانا اور واقف وناواقف کو سلام کرنا۔ **(رواہ بخاری)**

مرزا مظہر جانِ جاناں قدس سرہٗ ؒ

(بسلسلہ صوفیائے توحیدیہ نقشبندیہ) (علامہ محمد نور بخشؒ)

حضرت مرزا ساداتِ علوی سے ہیں آپ کا نسب مرزا جانِ جاناں بن مرزا جان بن مرزا عبدالسبحان بن میرزا محمد امان بن شاہ بابا سلطان بن بابا خان بن امیر غلام محمد بن امیر محمد بن خواجہ رستم شاہ بن امیر کمال الدین ۔امیر کمال الدین کا نسب اُنیس واسطہ سے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہٗ تک پہنچتا ہے۔

نسبت و تعلق

امیر کمال الدین ۸۰۰ھ میں کسی ضرورت کے سبب شہر طائف سے ملک ترکستان میں آئے اور حاکم کی لڑکی سے نکاح کرلیا اور یہیں آباد ہوگئے۔حضرت مرزا کے جدّ بزرگوار میر عبدالسبحان جو دو واسطہ سے اکبر بادشاہ کے نواسے تھے۔آپؒ کی دادی جو اسد خاں وزیر کی دختر تھیں،ان کے باطن کی صفائی کا یہ عالم تھا کہ جمادات کی تسبیح سن لیا کرتی تھیں اور مستورات کو مثنوی مولانا رومؒ کا درس دیا کرتی تھیں اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی عفیفہ و خدا ترس اور پارسا تھیں۔ آپ کے والد مرزا جان ،سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ہاں صاحبِ منصب تھے۔

ولادت با سعادت

آپ بروز جمعۃ المبارک ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ میں بمقام کالا باغ یہ آفتاب دین مطلع سعادت ہوا۔جب یہ خبر عالمگیر کو پہنچی تو فرمایا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے چونکہ باپ کا نام مرزا جان ہے ہم نے اُن کے بیٹے کا نام جانِ جان رکھا۔لیکن عوام میں جان جاناں مشہور اور متخلص بہ مظہر اور ملقب بہ شمس الدین حبیب اللہ ہیں۔

آثارِ رُشد و ہدایت

حضرت مرزا فرماتے تھے کہ شورِ عشق و محبت اور رغبت اتباع سنت میری طینت کے خمیر میں تھے۔ فرمایا کہ جب نو سال کا تھا کہ حضرت ابراھیم خلیل اللہ کو خواب میں دیکھا کہ بہ کمال عنایت پیش آئے اِن ہی ایام میں جب کبھی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آتا تو ان کی صورت مبارک میرے سامنے آجاتی، میں نے بارہا ان کو چشمِ ظاہر سے دیکھا اور اپنے حال پر بہت مہربان پایا۔ فرمایا کہ ایک روز میرے والد مجھے اپنے پیر حضرت عبدالرحمٰنؒ کی خدمت میں لے گئے۔ شاہ صاحب سے کرامتیں صادر ہوتی تھیں مگر نماز میں تساہل فرمایا کرتے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ مبادا میرے والد مجھے ان سے بیعت کرا دیں کیونکہ تارک سنت قابل اقتداء نہیں۔ ان کے والد نے فرمایا کہ ان پر فی الوقت سُکر غالب ہے اس لئے وہ معذور ہیں۔

بیعت و خلافت

فرماتے ہیں کہ میں اٹھارہ سال کا تھا کہ ایک روز غریب خانہ میں احباب کا مجمع تھا کہ کسی نے مجھ سے حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہٗ کے کمالات کا ذکر کیا۔ ان کے اوصاف حمیدہ سنتے ہی میرا دل ان کی ملاقات کے لئے بے قرار و بے اختیار ہوگیا۔ اگرچہ حضرت سید کی عادت تھی کہ بغیر استخارہ مسنونہ کے کسی کو تلقین طریقہ نہ فرماتے تھے مگر میری پہلی ملاقات پر فرمایا کہ آنکھ بند کر کے قلب کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور ایک ہی توجہ میں میرے لطائف خمسہ کو ذاکر بنا کر رخصت کر دیا۔ اور انس و محبت و عقیدت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ چار سال میں آپ نے ولایت علیا تک پہنچا دیا۔ اور مجھے اجازت مع خرقہ عطا فرمائی۔ اور وصیت فرمائی کہ عقیدہ اہل سنت و جماعت پر قائم رہنا اور سنت پر عمل اور بدعت سے پرہیز کرنا۔ حضرت سید نے آپ کو بار بار فرمایا کہ کمالات الٰہی بے نہایت ہیں اپنی عمر متناہی کو طلب میں صرف کرنا چاہیے اور کسی زندہ بزرگ سے مقامات قرب کی تحصیل کرنی چاہیے اور قبور سے استفادہ کا معمول نہیں ہونا چاہیے۔

زہدوتوکل

حضرت مرزا کمال زُہدوتوکل سے متصف تھے اور دنیاو اہل دنیا کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے دنیا داروں کے ہدیے قبول نہ فرماتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ یہ ناعاقبت اندیش لوگ مغضوبہ ہدیوں سے فقیر کا باطن سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔آپ امیروں کے گھر کھانا بھی نہ کھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان لوگوں کے کھانے کی ظلمت باطنی نسبت کو مکدر کردیتی ہے اس وجہ سے کہا گیا کہ **شر الطعام ُطعام الاغنیاء** (سب سے بُرا کھانا امیروں کا کھانا ہے) آپ نے غناء پر فقر کو اختیار کیا تھا اور صبر وقناعت پسند کر کے تسلیم و رضا کو اپنا شیوہ بنایا ہوا تھا۔اپنے اصحاب کیلئے بھی یہی دعا فرمایا کرتے تھے کہ یہ اس قدر امیر نہ ہوں کہ اسراف میں مبتلا ہوجائیں اور نہ اس قدر غریب ہوں کہ قرض لینے کی نوبت پہنچے۔فرماتے تھے کہ جو شخص ہمارا کوئی عمل خلافِ شرع دیکھے ہمیں آگاہ کردے۔

سنتِ مطہرہ سے محبت:

آپ لوگوں کو سنت کے مطابق سلام کرنے کی تاکید کرتے تھے اور جھک کر سلام کرنے اور ہاتھ سر پر رکھنے سے منع فرماتے تھے اور اپنے مشائخ خصوصاً حضرت مجدد الف ثانیؒ کی محبت میں سرشار تھے۔اور فرماتے تھے کہ فقیر کو جو کچھ ملا ہے اپنے پیروں کی محبت سے ملا ہے۔بندہ کے اعمال کیا ہیں کہ بارگاہ الٰہی کے قرب کا باعث ہوں۔مقبولان ومقربین خدا کی محبت سب سے قوی ذریعہ قبولیت خدا کا ہے۔آپؒ اپنے مریدین کو طریقہ مجددیہ کے مقامات کی غایت تک سلوک طے کراتے تھے۔آپ مریدین کو مقامات عالیہ کی بشارتیں دیا کرتے تھے۔بے شمار کرامتیں صادر ہوئیں۔

وصال مُبارک

جب حضرت مرزا کی عمر اسی سال سے تجاوز ہوگئی تو آپ پر رفیق اعلیٰ کا شوق غالب ہوا۔اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار میں فرمایا کہ اللہ نے اپنی عنایت سے فقیر کے دل میں

کوئی ایسی آرزو نہیں چھوڑی جو حاصل نہ ہوئی ہو۔ اُس قادرِ مطلق نے فقیر کو اسلام حقیقی سے مشرف کیا اور علم سے حصہ وافر دیا۔ نیک عمل پر استقامت بخشی۔ لوازمِ طریقہ یعنی کشف و تصرف کرامت عنایت کیے۔ صالحین کو کسب فیض کیلئے بندہ کے پاس بھیجا اور ان مقامات طریقہ پر پہنچا کر اپنے رستے کی ہدایت کیلئے مقرر فرمایا۔ دنیا کی محبت اور اہل دنیا سے علیحدہ رکھا اور دل میں ماسوا کی گنجائش نہ چھوڑی۔ اب سوائے شہادت کے کوئی آرزو باقی نہیں۔ فقیر کے اکثر بزرگ شہید ہوئے ہیں فقیر نہایت کمزور ضعیف ہے اور قوت جہاد نہیں رکھتا۔ اس مرتبہ کا حصول بظاہر مشکل ہے۔ اس شخص سے تعجب ہے جو موت کو دوست نہیں رکھتا۔ موت ہی لقائے باری تعالیٰ کا باعث ہے۔ حضور ﷺ کی زیارت کا سبب ہے۔ موت ہی اولیاء کرام کا دیدار کرادیتی ہے۔ موت ہی عزیزوں سے ملا دیتی ہے۔ فقیر اکابرین دین کی ارواح طیبہ کی زیارت کا مشتاق ہے۔ دسویں محرم جسے شہادت کی رات کہتے ہیں آپ نے تین بار زور سے سانس لیا اور واصل بحق ہو گئے۔

ارشاداتِ عالیہ

آثار کمال کے ظہور سے مراد استقامت ہے جو کرامت سے بڑھ کر ہے یہ خوبی طریقہ مجددیہ کے زبردست بزرگوں سے قوت کے ساتھ ظہور میں آتی ہے۔ اہل کمال کے باطنی آثار کا معلوم کر لینا آسان نہیں خصوصاً اس طریقہ کی نسبت بے کیف کا ادراک ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ مگر یہ نسبت فراست والوں سے پوشیدہ نہیں۔ زمانہ نبوت کی دوری اور قیامت کی نزدیکی کے سبب امور ظاہر و باطن میں نہایت ہی ضعف آ گیا ہے۔ واضح ہو کہ حضرات نقشبندیہ کی نسبت انعکاسی ہے جیسا کہ نور آفتاب شیشہ میں منعکس ہو جاتا ہے۔

☆......سماع رقت پیدا کرتا ہے اور رقت رحمت کا باعث ہے پس جو چیز رحمت الٰہی کا باعث ہو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے۔ اور مزامیر کی حُرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ بزرگان نقشبندیہ جن کا معمول عزیمت پر عمل کرنا اور رخصت سے پرہیز کرنا ہے۔ سماع کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔

☆......کھانے پینے اورسونے ، جاگنے اوراعمال وعبادات میں میانہ روی اور حدِ اعتدال بہت مشکل ہے۔کوشش کرنی چاہیے کہ اوقات حضورﷺ کی سنتوں کے مطابق منضبط ہو جائیں۔

☆......ایک ہزار بار درود شریف اور استغفار سالکین کیلئے لازم ہے۔

☆......تمام اعمال میں شعور کی ہم آہنگی اور حضور قلبی انتہائی ضروری ہے۔

☆......مراقبہ کی ہمیشگی سے نسبت باطن میں قوت اور ملک وملکوت سے آگاہی اور نظر موہبت سے دلوں کو بامراد کرنا حاصل ہوتا ہے۔ذکر تہلیل لسانی (نفی اثبات) کی کثرت سے صفاتِ بشریت کی اورسلوک اور مسافتِ راہ کے طے کرنے کیلئے نہایت مفید ہے اور کثرت درود پاک سے رحمت اور نیک واقعات اور کثرت نوافل سے انکساری اور کثرت تلاوت سے نور اور صفائی حاصل ہوتی ہے۔جب ذکر قوت پکڑ جائے اور پاس انفاس سے اسم ذات کی آواز خیال کے کان میں پہنچ جائے تو ہر سانس میں ذات الٰہی سے آگاہی اور توجہ رکھنی چاہیے۔باطن کو خطرات سے بچانا چاہیے۔وسوسے اور حدیثِ نفس ہنگامہ برپا نہ کریں ایسے فاسد خیالات کو فوراً جھٹک دیں کیونکہ خطرات کا ہجوم فیض کے آنے میں رکاوٹ ہے۔

☆......پاس انفاس ذکر اسم ذات سے جذبۂ الٰہی کی نسبت پیدا ہوتی ہے۔

☆......کمالات پر پہنچنے کا راستہ قریب ہے کہ بند ہو جائے اور ولایت کا طریق جاری رہے۔اس آخر زمانہ میں مقامات کے سلوک سے لیاقتیں کوتاہ ہیں۔کچھ عرصہ قبل تک سالکوں کی سیر سُرعت سے تھی اور وہ کشف ووجدان اچھا رکھتے تھے۔اب اگر کوئی طالب صادق اخلاص وقدم سعی سے فیوض طریقہ کو کسب کرے تو مدت تک ولایت قلبی (فنائے قلبی) یا اُس کے اوپر پہنچتا ہے۔

☆......نفس کی مخالفت جس قدر ہو سکے اچھی ہے لیکن نہ اس قدر کہ تنگ آجائے کہ طاعت میں ذوق وشوق نہ رہے کبھی کبھی اس کے ساتھ غم خواری بھی کرنی چاہیے کیونکہ مومن کے نفس کی رضا باعث ثواب ہوتی ہے۔

پیرِ حرم کی کم نگاھی

(عبدالرشید ساہی)

؎ رازِ حرم سے شائد اقبالؔ باخبر ہے   ہیں اس کی گفتگو کے انداز محرمانہ

قوموں کے عروج و زوال کی داستانوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں لیکن اس کے باوجود اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قوموں کے عروج و زوال کے کچھ اسباب ہوتے ہیں۔ قانونِ فطرت کے مطابق نہ کوئی قوم خود بخود بامِ عروج تک جاتی ہے اور نہ ہی کوئی قوم خود بخود زوال پذیر ہو کر پستی میں آگرتی ہے بلکہ جب تاریخ کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قوموں کیلئے عروج و زوال، فتح و شکست، سربلندی اور پستی کے اسباب ضرور ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیمات سے یہ بات عیاں ہے کہ ہر قوم کو اس دنیا میں کام کرنے کا پورا پورا موقعہ دیا جاتا ہے اور وہ اس سے فائدہ نہ اُٹھائے تو وہ قوم نتائج کی خود ذمہ دار ہوتی ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ارشادِ ربّانی ہے " ہر قوم کیلئے مہلت کی مدّت مقرر ہے پھر جب کسی قوم کی مدت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی۔"

ہر قوم کی اخلاقی حد مقرر کر دی جاتی ہے کہ اس کے اعمال میں خیر و شر کا کم سے کم کتنا معیار یا تناسب برداشت کیا جا سکتا ہے جب تک ایک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلے میں تناسب کی اس آخری حد سے فروتر رہتی ہے اس وقت تک اسے تمام برائیوں اور بے عملی کے باوجود مہلت دی جاتی ہے اور جب وہ اس حد سے گزر جاتی ہے تو پھر اس بدکار صفات قوم کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جاتی اس طرح ایک قوم کے عروج کا زمانہ اتنا ہی طویل ہوگا جتنی دیر وہ قوم اپنے کردار اور اوصاف جلیلہ کو برقرار رکھے گی۔ ہر معالج مرض کیلئے مختلف نسخے تجویز کرتے ہیں اسی طرح اُمت مسلمہ کی رسوائی اور تنزلی کے اسباب ہر مصنف کی نظر میں مختلف ہیں

مگر میں نے تو محسوس کیا ہے ملّت اسلامیہ کی تنزلی کا سب سے بڑا سبب قرآن کریم سے دوری ہے اور اس میں سب سے بڑا ہاتھ علماءِ سو کا بھی آتا ہے۔ حکیم الا مت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

؎ خوار از مہجوری قرآں شدی　　شکوہ سنج گردش دوراں شدی

(تو اپنی کج فہمی کے سبب زمانے کے حالات اور گردش دوراں کے شکوے کرتا ہے حالانکہ تیری خواری کا اصل سبب قرآن کریم سے دوری و مہجوری ہے)

جب اغیار نے ہم سے حکومت چھین کر ہمیں زندگی کے تمام شعبوں سے بے دخل کر دیا اور ہمارے قبضہ میں صرف مساجد رہ گئیں تو ہم نے عبادت کو غلط معنی پہنا کر دین کو صرف نماز، روزہ اور حج و دیگر بنیادی ارکان اسلام کی پابندی تک محدود کرلیا اور قرآن کو برائے ایصالِ ثواب اور حصولِ ثواب کیلئے مخصوص کرلیا حالانکہ قرآن مجید ایک زندہ کتاب ہے، خدائی کلام ہے تخلیق کرنے والا خالق اکبر ہے تمام علوم کی سردار ہے۔ اس کلام کو نبی مکرم ﷺ پر لانے والا فرشتہ تمام فرشتوں کا سردار ہے اور جس مخبر صادق ﷺ پر یہ کلام نازل ہوا وہ رحمتِ عالم ﷺ نبی تمام نبیوں کا سردار ہے۔ قرآن مجید میں صرف پچھلوں کی باتیں ہی نہیں ہیں بلکہ یہ ایک زندۂ جاوید حقیقت ہے۔ اگر قرآن عرب کے بدّووں کو بنی آدم کے لئے باعثِ عزّ و شرف بنا سکتا ہے اگر ان جاہلوں کو جو ابجد خواں بھی نہ تھے بزم علم و دانش کا صدر نشین بنا سکتا ہے اگر حرم کعبہ میں 360 بتوں کی پوجا کرنے والی قوم کے دل میں معرفتِ الٰہی کی شمع فیروزاں کر سکتا ہے تو ہمارے صنم کدۂ تصورات کے لات و ہبل کو کیوں ریزہ ریزہ نہیں کر سکتا ہمارے ظلمت خانہ حیات کو اس کی کرنیں کیوں منور نہیں کر سکتیں۔ بخدا ہو سکتا ہے سب کچھ ہو سکتا ہے بشرطیکہ ہم قرآن کی ہدایت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں اور ہمارا کاروان حیات اس شاہراہ ہدایت پر گامزن ہو جائے جو ہمارے قرآن نے تجویز کی ہے۔ اے درماندہ راہ قوم! قرآن تمہیں عزت و عظمت کی بلندیوں کی طرف آج بھی لے جا سکتا ہے بشرطیکہ تم اس کی قیادت قبول کرلو دنیا کی امامت تمہاری متاع گم گشتہ ہے

تمہیں یہ واپس مل سکتی ہے اگر تم میں اس کی واپسی کی تڑپ ہو تو قرآن تمہیں واپس دلا سکتا ہے اگر تم اس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہو جاؤ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

چیست قرآں خواجہ را پیغام مرگ دستگیر بندہ بے ساز و برگ
کس دریں جا سائل و محروم نیست عبد و مولا، حاکم و محکوم نیست

"قرآن کیا ہے؟ حاکموں اور آقاؤں کیلئے یہ موت کا پیغام ہے اور مال و منال سے محروم یتیموں، بیواؤں مسکینوں اور ضعیفوں کے لئے خوشحالی کی نوید ہے اسلام کے نظام میں مانگنے والا یا محروم نظر ہی نہیں آتا اور اس میں نہ کوئی غلام ہوتا ہے نہ کوئی آقا و حاکم ہوتا ہے اور نہ کوئی محکوم ہوتا ہے"

مرگ فرد از خشکی رود حیات مرگ قوم از ترک مقصود حیات

(فرد کی موت اس وقت واقع ہوتی ہے جب اس کی زندگی کی ندی خوش ہو جائے لیکن قومیں اس وقت مرتی ہیں جب وہ اپنے مقصود حیات کو ترک کر دیتی ہیں)

خیر الامت نے جب وہ نصب العین چھوڑ دیا جس کے لئے اسے تیار کیا گیا تھا تو وہ جہانگیری اور جہانبانی کے ولولوں سے محروم ہو گئی طائران لاہوتی اپنی پرواز بھول کر عالم خاک کے رزق کے پروانے بن گئے۔صحراؤں دریاؤں اور فضاؤں میں تکبیر کا نعرہ بلند کرنے کی بجائے مسجدوں اور خانقاہوں میں تسبیح و مناجات کرنے ہی کو دین کی معراج گردانا جانے لگا اسطرح جب ولولے سرد اور ہمتیں دم توڑ گئیں تو ہم نے قرآن کے معنی کو اپنی فکر و کردار کی پستی کے مطابق ڈھالنے کے لئے نئی نئی تاویلوں کا سہارا لینا شروع کر دیا یعنی اپنے آپ کو بدلنے کی بجائے قرآن کو بدلنے کا کام شروع کر دیا۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

غبار راہ گزر ہیں کیمیا پہ ناز تھا جنکو جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو اکسیر گر نکلے
حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے جوانان تاتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

جو شخص یا گروہ اپنی باغیانہ روش سے باز نہیں آتا تب اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فیصلہ

نافذ فرماتا ہے یہ فیصلے کا وقت اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مدت سے نہ ایک گھڑی پہلے آ سکتا ہے اور نہ وہ وقت آ جانے کے بعد ایک لمحہ کے لئے ٹل سکتا ہے ہر امت کے لئے ایک مدت و جہت مقرر ہے اور اگر وہ اس کے بعد بھی راہ راست پر نہ آئے تو اس کے لئے قانون خداوندی کے مطابق ہلاکت لازمی ہے جیسا کہ **سورۃ الحجر** میں ارشاد ربانی ہے۔"ہم نے اس سے پہلے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس کے لئے ایک خاص مہلت عمل لکھی جا چکی ہے کوئی قوم اپنے وقت مقرر سے پہلے ہلاک ہو سکتی ہے اور نہ اس کے بعد چھوٹ سکتی ہے"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور اس کی ظاہری صورت یہی ہے کہ اس کتاب کے ماننے والے موجود ہوں جن کے توسط سے یہ کتاب محفوظ رہے۔قرآن کریم نے اس حقیقت کو بالکل واضح طور پر بیان کیا ہے کہ ارشاد ربّانی ہے "یعنی غلبہ تمہیں کو رہے گا بشرطیکہ تم مومن رہو"۔بقول شاعر

جہاں مردانِ حُر بستے ہیں اک ہیبت سی ہوتی ہے　　نہیں باطل کو ہوتا خوف ہرگز نازنینوں کا
جواں قومیں ہوا کرتیں ہیں بس خونِ شہیداں سے　　سروں کا تاج بنتا ہے انہیں خوش رنگینوں کا

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور نبی مکرم ﷺ کی زندگی مبارک ہمارے لئے ایک عملی نمونہ ہے اور ہر فعل و عمل میں آپ ﷺ کی پیروی ہی اسلام ہے۔اپنے گلے سے غلامی رسول ہاشمی ﷺ کا طوق اتارنے کی سزا ہمیں یہ مل رہی ہے کہ آج کروڑوں مسلمانوں کا ہجوم ایک ایسے میدان میں کھڑا ہے جس کے اوپر کوئی سایہ نہیں، زمانے کی کڑی دھوپ انہیں پگھلا رہی ہے۔امت مسلمہ کی بے بسی کا یہ نظارہ کتنا عجیب اور عبرت انگیز ہے کہ جو قوم مدتوں عالم انسانی کے لئے سائباں بنی رہی آج خود سائے کیلئے ترس رہی ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے　　کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
آج ہیں خاموش وہ دشتِ جنوں پرور جہاں　　رقص میں لیلیٰ رہی لیلیٰ کے دیوانے رہے

بڑا غور طلب مقام ہے کل تک جس قوم کے جرنیل ایک ہی وقت میں براعظم افریقہ، یورپ اور ایشیاء کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے جس وقت وہ قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو تاراج کررہے تھے وہ کیسا دور تھا جس میں ایک طرف طارق بن زیاد دوسری سمت سندھ میں محمد بن قاسم محو یلغار تھا۔ کل تک یہ قوم ہمسایہ جبرائیل تھی آج دنیا کی نظروں میں ذلیل ہے۔ کل جو قوم قیامت کی نظر رکھتی تھی، آج اسے پل کی خبر نہیں کل تک جس کی بے نیازی کے چرچے بادشاہوں میں تھے آج اس کا شمار گداؤں میں ہے کل تک جس کی عظمت و سطوت کے ناموس بجتے تھے آج یہ تختۂ مشق ستم ہے کل تک یہ امن عالم کی ضمانت تھی آج یہ ہدف تنقید و ملامت ہے۔ علامہ اقبالؒ جب اندلس میں مسجد غرناطہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے دوران سجدہ یہ دُکھڑا اپنے ربّ کے حضور پیش کیا کہ مسلمان قوم جس کی سطوت کے عظیم نشان ابھی تک باقی ہیں، ذلیل و خوار کیوں ہوئی ہے تو جواب ملا یہ قوم دل تو رکھتی ہے مگر اپنے محبوب ﷺ کا تعین نہیں کرسکی۔

دوستو! ابھی وقت ہے آؤ اپنا ناطہ قرآن اور صاحبِ قرآن سے جوڑلیں یہ دنیا کے عزت و عظمت تو کوئی چیز نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، فضل و کرم اور رحمتیں اور برکتیں آپ کے شامل حال ہوجائیں گی۔ قرآن کریم میں انسانوں کو عظمت و بزرگی حاصل کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں اسلام میں انسان کو اللہ کا خوف عطا کرکے باقی تمام تفکراتِ حیات سے بے نیاز کردیا جاتا ہے۔ دین اسلام میں سربلندی، عظمت، کامیابی و کامرانی ہے۔ بے نیازی و نیک انجامی ہے دنیا اور آخرت کے لئے خیر و برکت کی نوید و مسرت ہے۔ اسلام میں سرفروشی، شجاعت، بہادری، دلیری اور جانثاری ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے　　وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی

جو اللہ کا ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ہوجاتا ہے اور جس کا اللہ ہوجاتا ہے تمام خدائی قوتیں اس کے ہمرکاب ہوجاتی ہیں اسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث　　مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے

انسان خود پرست بھی ہے، خود فراموش بھی

(مولانا سیّدابوالحسن ندوی)

انسان کوسب سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہے، اور جس سے جتنی دلچسپی ہے، وہ اپنی ذات کے تعلق کی بناء پر۔ ہر محبت میں انسان کی اپنی ذات چھپی ہوتی ہے۔ محبت کے فلسفہ پر غور فرمایئے کہ کسی شخص کو آپ سے محبت ہے تو یقیناً آپ کو بھی اس سے محبت ہوگی، اولاد، بھائیوں اور دوستوں کی محبت میں درحقیقت انسان کی اپنی محبت کام کرتی ہے۔ اگر انسان کو اپنی ذات سے محبت نہ ہوتو یہ سارا نظام عالم درہم برہم ہوجائے، اب تو یہ تسلیم کیا جارہا ہے کہ قوت کشش کا فلسفہ بھی دراصل ایک تعلق اور محبت کا رشتہ ہے جو نظام شمسی کو قائم رکھتا ہے۔ انسان کو اپنی ذات کا عشق دوسری چیزوں سے تعلق اور محبت پر مجبور کرتا ہے، یہ لاکھوں برس کی پرانی اور فطری حقیقت ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ طاقت، زینت اور نظام آپ دیکھتے ہیں، یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے دلچسپی رکھتا ہے، انسان اس دنیا کا مرکز ہے اور ساری چیزیں اس کے گرد گھوم رہی ہیں، اگر انسان اپنی ذات سے دلچسپی نہ رکھے اور اسکو فراموش کردے، اپنی حقیقت سے ناواقف ہو اور اپنی ذات کو بھول جائے تو بڑی انارکی پھیل جائے اور بڑی ابتری اور بدنظمی رونما ہو۔

انسان کے لئے سب سے ضروری چیز یہ کہ وہ اپنی حقیقت کو سمجھے، اپنی حیثیت کو پہچانے اور یہ جانے کہ یہ ساری دنیا میرے لئے بنائی گئی ہے اور انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصد ہے۔ انسانی تاریخ کا یہ ایک بحرانی دور اور ذہنی پلیگ ہے کہ وہ اپنی ذات کو فراموش کردے، اپنے مقصود اور ذرائع کو الگ الگ نہ پہچانے اور ذرائع کو ہی مقصود سمجھے، انسان پر خود فراموشی کا طاری ہونا ایک خطرناک بیماری ہے، جب کہ وہ یہ بھلا دے کہ وہ کس مقام پر رکھا گیا تھا اور اسکی کیا حیثیت اور ذمہ داری ہے، اسے کون سا پارٹ ادا کرنا ہے اور اس کا اس عالم سے کیا تعلق ہے۔ انسان کو

اپنی ذات سے جس قدر دلچسپی اس زمانہ میں ہے ایسی دلچسپی کسی زمانے میں نہیں رہی، انسان پچھلے دور میں گویا سویا ہوا تھا، اب جاگا ہے اور انسان نے زندگی کو پرتکلف اور راحت آشنا بنا دیا ہے۔

دراصل انسان نے اپنی ذات، اپنی آدمیت، اپنے جوہر، اپنے اصل روحانی وجود اور اپنی حقیقی لذت کو جس قدر اس زمانہ میں بھلا دیا ہے، ایسا کبھی نہیں بھلایا تھا۔ اس مادّی ترقی کے دور میں انسان نے اپنے روحانی جوہر، حقیقی مقصد اور زندگی کی اصل کو بالکل بھلا دیا ہے۔ آج حقیقی مقاصدِ زندگی بالکل فراموش کئے جا چکے ہیں۔ کیا انسان اپنی ذات سے واقف ہے؟ کیا انسان اپنی راحتوں کو یاد کرتا ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ انسان پر ایک جنون طاری ہے اور وہ ایک عجیب کھیل کھیل رہا ہے، صبح سے شام تک ایک چکر میں رہتا ہے، جانوروں سے زیادہ محنت کرتا ہے، بہت سے انسان ایسے ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو روپیہ ڈھالنے کی مشین سمجھ رکھا ہے۔ جب بے انتہا روپیہ بنانے کا مقصد ہوگا تو آپ انسانی رشتوں کا خیال رکھیں گے نہ کسی کو ستانے میں عار محسوس کریں گے اور نہ کسی پر ظلم کرنے میں ہچکچائیں گے۔

جو چیزیں انسان کے مقاصد کا صرف ذریعہ ہیں، ان پر ایسی محنتیں کی جارہی ہیں کہ گویا وہی اصلی مقصد ہیں، اصل مقاصد کو بھلا کر انسان ہوس کے جال میں پھنسا ہوا ہے، انسان چاہتا ہے کہ وہ دوسروں پر حکومت کرے۔ ایک قوم کیا ایک فرد بھی گوارا نہیں کرتا کہ اس پر دوسرا حکومت کرے۔ لیکن آج انسان پر خواہشات کی حکومت ہے اور انسان اپنی حقیقت سے دور ہوتا چلا جارہا ہے اور دامنِ انسانیت آج تار تار ہے۔ انسانی اخلاق آج رخصت ہوگیا۔ انسانوں نے انسانوں کے دلوں میں گھر کرنا، دلوں کا آباد کرنا، باہمی رشتوں کو قائم رکھنا اور ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنا بالکل ختم کردیا، اس دنیا میں گویا سارے رشتے ختم ہوچکے، تمام جذبات سرد پڑ گئے اور ساری محبتیں اُٹھ چکیں اور ایک تاجر دوسرا خریدار بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے، ایک دوسرے کی جیب پر نظر جمائے ہوئے ہے، اس دولت نے اولاد کے دلوں سے والدین کی محبت نکال دی، استادوں کی عظمت ختم کردی، ماں باپ کے دلوں سے اولاد کی شفقت کھو دی اور ساری زندگی

ایک دوکان بن کر رہ گئی ۔ بے لوث ہمدردی اور خدمت کا جذبہ نیست و نابود ہو چکا، حقیقی لطف اب زندگی سے اُٹھ چکا ہر شخص دوسرے کو گاہک کی نظر سے دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ کیا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

پیغمبروں نے انسانوں کو بتلایا تھا کہ اگر تم نے اپنے آپ کو دنیا کے تابع کرلیا اور دنیا کے ہوکر رہ گئے، اپنی خواہشات کو اپنے اوپر مسلط کرلیا تو یہ ساری زندگی غیر فطری اور بدنظم ہوجائیگی اور ایک ایسی انارکی پھیلے گی کہ یہ دنیا تمھارے لئے جہنم بن جائیگی ۔اگر انسان نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا تو وہ اپنے مقام سے گرتا چلا جائیگا اور انسانیت تباہ برباد ہوگی۔

انسان کا اصل دشمن

جنگی تاریخیں ہمیں بتاتی ہیں کہ صرف ہوس کی آگ، نفس کی آگ اور پیٹ کی آگ کو بجھانے کےسوا کوئی اہم مقصد حکومتوں کے سامنے نہیں رہا، کسی سیارے اور مریخ سے کوئی دشمن نہیں اترا، کوئی باہر سے ستانے کیلئے نہیں آیا، کسی دوسرے ملک سے بھی ہمیں تباہ کرنے کے لئے کوئی نہیں آیا بلکہ جو کچھ ہماری مصیبتیں ہیں وہ ہمارے ہی ہاتھوں کی لائی ہوئی اور ہماری اخلاقی پستی کا نتیجہ ہیں۔جوقو میں دنیا میں تباہ ہوئیں ان پر کسی مرض یا وباء سے تباہی نہیں آئی بلکہ وہ اپنے اخلاق کی خرابی، دولت پرستی اور پست کردار کی وجہ سے تباہ ہوئیں۔

اللہ تعالٰی نے جس انسان کو پیدا کیا ہے،اس کا رزق بھی پیدا کیا ہے،مگر آج انسان کی ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ چاہے ایک کلو نہ کھا سکے مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہوسکتی، آج فرضی ضرورتوں کی فہرست اتنی طویل ہوچکی ہے کہ جس کی تکمیل کبھی ہو ہی نہیں سکتی، ہماری ضرورتوں کا پورا کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ آج اگر انسانوں میں سکون پیدا ہوسکتا ہے، اگر زندگی بہترین ہوسکتی ہے تو اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھا قانون قرآن میں تلاش کریں۔واضح ہو کہ انسانی ہمدردی اور جذبہ خدمت کے بغیر سکون کی دولت حاصل نہیں ہوسکتی۔ بے لوث خدمت کے جذبہ اور اخلاقی بلندی اور

انسانیت کی بیداری کے بغیر زندگی کی حقیقی مسرّتوں کا حصول ناممکن ہے۔

کوئی قانون اور کنٹرول انسان کو بداخلاقی اور جرائم سے نہیں روک سکتا، بلکہ اللہ کا خوف، اس کا دین سے تعلق، انسانوں سے محبت ہی ہماری بیماریوں کا واحد علاج ہے۔ اس ملک میں بڑے بڑے انسان بستے ہیں جو ہمارے لئے قابلِ فخر ہیں مگر اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے اور روحانی اور انسانی زندگی کو رواج دینے کیلئے کوئی تحریک اور کوئی جماعت نظر نہیں آتی۔

مسلمانوں کا فرضِ منصبی:

مسلمانوں کو جتنا اصرار اللہ کی وحدانیت پر، اللہ کی ذات پر اور اللہ کے دین پر ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ دنیا میں اس اعلان کو عام کرتے اور اس دبی ہوئی حقیقت کو اُبھارتے، دوسرے بھولے ہوئے بھائیوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتے، مگر آپ نے تو اس کی فکر تک نہیں کی۔ آپ دوسرے ملکوں پر نظریں لگانا چھوڑ دیں اپنے اسلاف کی تاریخ پر نظر ڈالئے کہ اسپین میں لنگر انداز ہونے پر جب طارقؒ نے اپنے جہازوں کو آگ لگا دی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو تلوار پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا کہ جو بزدل جہازوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو وہ نا اُمید ہو جائے لیکن ہمارا معبود تو صرف ایک اللہ ہے جو حیّ و قیوم ہے ہم اس کے پیغام کو لیکر آئے ہیں۔ اب ہمیں اسی ملک میں مرنا جینا ہے۔

اس اُمت کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک بے لوث خدمت، صحیح جذبہ، اخوت و مساوات اور انسانی ہمدردی کا جذبہ پیدا نہ ہو، انسان کی زندگی کا اصل مقام اور حقیقی مقصد خلیفۃ اللہ (اللہ کا نائب) ہونا ہے۔ مگر ہم پیسوں کے پجاری بن کر رہ گئے ہیں، ہم نے پیسے کو جیبوں میں جگہ دینے کی بجائے اپنے دل و دماغ میں جگہ دی۔ ہم اپنے مقام پر واپس آجائیں تو ہر چیز اپنے مقام پر آجائیگی۔

ایمانِ حقیقی کے سرچشمے

(خالدمحمودتوحیدی)

قرآنِ حکیم: ایمان کاسب سے بڑا منبع وسرچشمہ خودقرآن حکیم ہے۔سورۃ الانفال میں سچے اہلِ ایمان کاتذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا: وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا.....

"اور جب ان کےسامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کےایمان میں اضافہ کردیتی ہیں
معرفت ربّ ہر انسان کے دل میں ودیعت شدہ ہے اور ضرورت صرف اسے جلا دینے یعنی Activate کرنے کی ہے اور یہ صرف نوروحی سے ہی ممکن ہے۔چنانچہ جب فطرتِ سلیمہ پر نورِ وحی کانزول ہوگاتو نورایمان وجود میں آئیگا۔

انسانی وجودایک مرکب وجود ہے جوجسد اورروح پر مشتمل ہے۔ہمارے جسد خاکی کی تمام ضروریات اس زمین سے پوری ہوتی ہیں۔لیکن ہماراروحانی وجودعالمِ اَمر کی شئے ہےاور اسکی غذااورقوت کے لئے اللہ تعالیٰ نے عالم بالا سےقرآن حکیم نازل فرمایا ہے جوحرفاً حرفاً اسی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے یہ اللہ کی آخری،مکمل اورغیرمتبدل کتاب،تمام نوعِ انسانی کے لئے قیامت تک کیلئے ضابطہ حیات ہے۔جب قرآن کی تعلیمات انسان کے دل ودماغ پرگرفت حاصل کر لیتی ہیں تو اس کی زندگی بدل جاتی ہے،زندگی کے متعلق زاویہ نظر بھی بدل جاتا ہے اورجہاں بدل جاتا ہے۔مومن کی زندگی تو قرآن کے گرد گھومتی ہے قرآن شعور کی سطح پر یاددلاتا ہے کہ جب روح قرآن سنتی ہے تو قلب زندہ ہوجاتا ہے۔قرآن کو سمجھنے کے لئے ذوقِ سلیم فہمِ سلیم اوروسعت نظر اورنورفہم کی ضرورت ہے جوتقویٰ سے پیدا ہوتا ہے۔قرآن سے ہی ایمان حقیقی یا شعوری ایمان پیدا ہوگا۔"تلاوتِ قرآن پاک کیا کروجس قدر بھی ہوسکے"(مزمل۔19)قرآن کا مخاطب انسان ہے اسکی دعوت شعوری ایمان کی دعوت ہے اس کے اثرات جسم وقلب پر

پڑتے ہیں قرآن کی آیات سن کر اللہ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی کھال نرم پڑ جاتی ہے۔

صحبتِ صاحبِ یقین:

صاحبِ یقین کی محفل اور صحبت اختیار کرنے سے غیر شعوری یا تقلیدی ایمان پیدا ہوگا۔ کیونکہ یہ خالص طبعی عمل ہے۔ مثلاً آپ آگ کے سامنے بیٹھے ہیں تو آپ کو حرارت لازماً پہنچے گی، آپ کی کوئی محنت ہے یا نہیں، نہ آپ نے دماغ لڑایا نہ آپ کا ہاتھ ہلا نہ آگ جلائی لیکن کیونکہ آپ آگ کے پاس ہیں لہذا حرارت ملے گی۔ اسی طرح آپ برف کی سِل کے قریب بیٹھیں تو ٹھنڈک پہنچے گی چاہے آپ خود اس کیلئے کوئی محنت کریں یا نہ کریں۔ اس لئے قرآن مجید مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ﴿ كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾(التوبة: ١١٩) "سچوں کے ساتھ رہو" نتیجتاً تم خود بھی سچے بن جاؤ گے۔ ایک آدمی کے یقین کے مقام تک پہنچنے کیلئے "صاحبِ یقین" کی صحبت از حد ضروری ہے اور آسان ترین راستہ ہے۔ اسکے لئے نہ کوئی شعوری اور intellectual محنت درکار ہے اور نہ ہی کسی غیر شعوری محنت کی ضرورت ہے۔

عمل صالح:

تقلیدی یا غیر شعوری ایمان کا دوسرا ذریعہ عمل صالح ہے۔ مثلاً ایک شخص اسلام میں داخل ہو گیا، نہ اُس کے دل میں مثبت طور پر ایمان موجود ہے اور نہ ہی منفی انداز میں نفاق موجود ہے، گویا کہ وہ زیرو پوائنٹ پر کھڑا ہے۔ چونکہ اس کا دھوکہ دینے یا بے ایمانی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ لہذا عمل صالح کے ذریعہ ایمان پیدا ہوگا۔ اگر دل ایمان سے خالی ہو اور ظاہری اطاعت ہو تب بھی اللہ کے ہاں اعمال ضائع نہیں ہوتے کیونکہ اللہ بخشنے والا اور رحم والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور نیک اعمال کوئی علیحدہ عمل نہیں ہے بلکہ بڑا productive اور profound عمل ہے۔ صحیح نماز پڑھی جائے اور دل میں ایمان پیدا نہ ہو، یہ کیسے ممکن ہے؟

کتابِ زندگی

(مولانا محمد یوسف اصلاحی)

کتاب زندگی کے ورق برابر الٹ رہے ہیں ہر آنے والی صبح ایک نیا ورق الٹ دیتی ہے۔ یہ الٹے ہوئے ورق برابر بڑھ رہے ہیں اور باقی ماندہ ورق برابر کم ہو رہے ہیں اور ایک دن وہ ہوگا جب آپ اپنی زندگی کا آخری ورق الٹ رہے ہوں گے جونہی آپ کی آنکھیں بند ہوں گی یہ کتاب بھی بند ہو جائے گی اور آپ کی تصنیف محفوظ کر دی جائے گی۔

کبھی آپ نے غور کیا، اس کتاب زندگی میں آپ کیا درج کر رہے ہیں؟ روزانہ کیا کچھ اس میں لکھ کر آپ اس کا ورق الٹ دیتے ہیں۔ آپ کو شعور ہو یا نہ ہو، آپ کی یہ تصنیف تیار ہو رہی ہے اور آپ اس کی ترتیب و تکمیل میں اپنی ساری قوتوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اس میں آپ وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں، جو آپ سوچتے ہیں، دیکھتے ہیں سنتے ہیں، چاہتے ہیں، کرتے ہیں اور کراتے ہیں، اس میں صرف وہی کچھ نوٹ ہو رہا ہے جو آپ نوٹ کر رہے ہیں کسی دوسرے کو ہرگز کوئی اختیار نہیں جو ایک شوشہ بھی اس میں بڑھا یا گھٹا سکے، اس کتاب کے مصنف تنہا آپ ہیں اور صرف آپ ہی اپنی کوشش اور کاوش سے اسے ترتیب دے رہے ہیں ذرا آنکھیں بند کیجئے اور سوچیے کل یہی کتاب آپ کے ہاتھ میں ہوگی اور شہنشاہ واحد وقہار آپ سے کہے گا۔"پڑھ اپنی کتاب، آج اپنے نامہ اعمال کا جائزہ لینے کے لئے تو خود ہی کافی ہے"(الاسراء)

آپ شب و روز کی دوڑ دھوپ سے جو کتاب مرتب کر رہے ہیں وہ کس آرزو کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس آرزو میں آپ کس حد تک مخلص ہیں!

" کل " آپکی دین پسندی اور دینداری کا فیصلہ ہوگا "**کل**" بہت قریب ہے اس کے لئے سورج ڈوبنے اور طلوع ہونے کی ضرورت نہیں یہ کل کسی وقت بھی شروع ہو سکتی ہے

اس کا آغاز صرف آپ کی آنکھ بند ہونے کا منتظر ہے۔فکروعمل کی یہ مہلت ختم ہوجائے تو پھر کبھی نہ ملے گی۔مومن کا اصلی گھر آخرت ہے دنیا کی زندگی میں اس کی مثال اس مسافر کی سی ہو جو دوپہر کی دھوپ میں چند لمحے ستانے کے لئے کسی درخت کے سائے میں ٹک گیا ہو۔دیندار آدمی وہ نہیں ہے جو مردار دنیا پر للچائی نظر ڈالے بلکہ وہ ہے جو صرف آخرت کی سوچے اور اس ایک فکر کے سوا ہر فکر سے اس کا ذہن خالی ہو۔آخرت کی کامرانی صرف انہی جواں مردوں کے لئے ہے جو دنیا کو ترک کرنے،اپنے دل سے اس کی محبت کھرچ پھینکنے،اور اس کی رنگینیوں سے آنکھ بند کرنے کی ہمت رکھتے ہوں۔دنیا کی بے پناہ کشش،نفس کے فریب اور شیطان کی سازش نے آپ کو الجھالیا ہے اندر سے آپ خالص دنیا پرست ہیں باہر سے دینی خول ہے نفس کی تاویلات نے آپکو دھوکے میں مبتلا کررکھا ہے۔

اے اہل دنیا!

جان لو کہ تم کو بھی ایک دن مرنا،موت کے بعد اٹھنا اور اپنے نیک و بداعمال کی جزا اور سزا کو پہنچنا ہے۔پس دنیا کے چند روز جینے پر مت پھولو اور موت کو کبھی نہ بھولو۔ دنیا کی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اس کا ہمیشہ کسی کے پاس رہنا محال ہے۔موت ہر ایک کے سر پر منڈلا رہی ہے اور اس کا ذائقہ چکھنا سب کو لازم ہے اللہ تعالٰی کے بندو! آج تمہارا دنیا میں ایسا حال ہے،جیسا تم سے پہلے لوگوں کا تھا۔جو تم سے عمر میں زیادہ، طاقت میں قوی،آبادی میں کثیر اور مکانات میں اعلٰی تھے،آج ان کی آواز بھی نہیں نکلتی۔ ان کے جسم قبروں میں سڑ گئے۔شہر اجڑ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ محلات عالیشان، گاؤ تکیے اور مخملی فرش تھے۔یا اب پتھر اور اینٹیں،خاک کور اور گوشہ لحد ہے۔کیا تمہیں کچھ شبہ ہے کہ جیسا ان کا حال ہوا،وہی تمہارا حال نہ ہوگا؟وہی تنہائی نہ ہوگی؟

شیخ سلسلہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کا جڑواں شہر کا تبلیغی دورہ

(پیر خان توحیدی)

شیخ سلسلہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے تبلیغی دوروں کا آغاز اکثر راولپنڈی اسلام آباد کے حلقوں سے ہی شروع ہوا کرتا ہے۔اور یہ پروگرام ستمبر کے آخر یا اکتوبر کے شروع میں ہوا کرتا ہے۔زہے نصیب امسال بھی باباجی کے دورہ کا پروگرام تشکیل دیا گیا تو بھائیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور چہرے خوشی سے دمک اُٹھے۔انکی شدید خواہش تھی کب باباجی کی قربت وصحبت میسر ہوگی یہ باباجی کی کمال شفقت اور پیار کا مظہر ہے کہ وہ اس حالت میں بھی جبکہ انہیں سفر کرنے اور چلنے پھرنے میں سخت دشواری اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔بھائیوں کیلئے کچھ وقت نکال کر ان کو روحانی فیض پہنچانے کیلئے سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے بھائیوں میں پیار ومحبت بانٹنے کے لئے وقت نکالتے ہیں

12 اکتوبر دوپہر کو باباجی راولپنڈی تشریف لائے مقامی بھائیوں نے استقبال کیا،لنچ کے بعد باباجی نے آرام فرمایا۔عصر کی نماز کے بعد پنڈال میں باباجان کے ساتھ بھائیوں کی نشست کا بندوبست تھا یہ نشست شام تک جاری رہی۔مغرب کی نماز تک مقامی بھائی اور باہر سے آنے والے بھائی آ گئے۔مغرب کی نماز کے بعد حلقہ ذکر ہوا جو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔حلقہ کے سینئر بھائی عزیز عارف صاحب نے ختم پڑھا اور باباجی نے بھائیوں کے روحانی درجات دنیاوی بھلائی،پاکستان کے استحکام اور خوشحالی کیلئے خصوصی دعا کی۔ذکر کے بعد عشاء کی نماز ادا کی گئی کھانے کے بعد بھائی باباجی کے فرمودات سننے کیلئے بے تاب تھے باباجی نے فرمایا کہ بندے کا رابطہ اللہ سے ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ جب بندے کا رابطہ اللہ سے ہوتا ہے وہ اللہ کی پناہ میں آ جاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ رہتا ہے۔وہ ہر کام اللہ کی مرضی کے عین مطابق کرتا ہے۔لیکن جب اس کا رابطہ اللہ سے ٹوٹ جاتا ہے تو وہ شیطان کے چنگل میں چلا جاتا ہے

اور وہ شیطانی عمل کرتا رہتا ہے ۔باباجی نے فرمایا کہ قبلہ انصاریؒ نے اللہ کی محبت پانے کیلئے بہت ہی آسان نسخہ تجویز کر دیا ہے ۔اور وہ ہے پاس انفاس یہ اللہ سے رابطہ کا بہترین ذریعہ ہے میں بھی اسی پر زور دیتا ہوں کہ کثرت سے پاس انفاس کرو اور نفی اثبات کے ذکر سے اپنے قلب کی بیٹری چارج کرتے رہا کرو ۔اگر تم لوگ نماز روزہ وغیرہ کے ساتھ پاس انفاس کرو گے تو نہ صرف تمہاری روحانی منزلیں آسان ہونگی بلکہ دنیاوی پریشانیوں اور مصیبتوں سے بھی چھٹکارہ پاؤ گے ۔اخلاق کا تزکیہ کریں ،غصہ اور نفرت سے دل کو پاک کریں پھر دیکھیں کہ اللہ بھی تم پر کس قدر مہربان ہوتا ہے ۔باباجی نے فرمایا کہ قبلہ انصاریؒ صاحب تو فرمایا کرتے تھے کہ میں تم لوگوں کو روحانیت کے میدان میں بہت اونچا دیکھنا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم سب میری طرح ہو جاؤ ۔لہذا سب بھائیوں کو قبلہ انصاریؒ صاحب کی تعلیمات پر کماحقہ عمل کرنا چاہئے اللہ کو اپنے دلوں میں بساؤ دنیا کے معاملہ میں تم خوب کماؤ اور خوب کھاؤ دوسروں کو بھی کھلاؤ منیر احمد لودھی صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا میں نے یعقوب صاحب کو کہا ہے کہ کراچی جائیں اور بھائیوں کی روحانی آبیاری کریں ۔ باباجی نے فرمایا کہ ایک نقشبندی بزرگ کے پاس جب بھی کوئی آتا تو وہ اُسے سب سے پہلے کھانا کھلاتے پھر مسئلہ پوچھتے یعنی یہ سب محبت کے کام ہیں ۔آپ لوگ بھی ایسا کریں ۔غیر مسلموں سے پیار کرو تو وہ خود ہی تمہارے گرویدہ ہو جائیں گے ۔کتنی بھی نمازیں پڑھو قرآن پاک کے ختم کرو جب تک اخلاق نہ سنوارو گے تو کچھ نہ پاسکو گے ۔لودھی صاحب نے سوال کیا کہ توکل کیا ہے؟ باباجی نے جواب دیا اللہ سے دوستی کر لو توکل کی سمجھ آجائیگی ۔دنیا کی ہوا وہوس کو دل سے نکال دو اور صرف اللہ کی محبت دل میں بٹھا لو ۔باباجی نے کہا جب تک دنیا کی ہوا وہوس کو دل سے نہیں نکالو گے تو دل روشن نہیں ہو سکتا باباجی نے فرمایا کہ بلب اس لئے جلتا ہے کہ اس کے اندر سے ہوا نکال دی جاتی ہے ۔ورنہ وہ صرف گرم ہو سکتا ہے روشن نہیں ہوتا اسی طرح انسانی دل بھی تب روشن ہوگا جب اُس سے ہوا وہوس نکل جائے گی باباجی نے فرمایا کہ ایک مجذوب بازار میں بیٹھا ہوا لوگوں کو آوازیں دیتا تھا کہ لیکن کوئی اس کی سنتا نہ تھا ایک شخص نے اس سے پوچھا کیا ہوا

کہنے لگا میں لوگوں کی اللہ سے صُلح کرانے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن لوگ مانتے نہیں جبکہ اللہ اس بات پر راضی ہے کچھ عرصہ کے بعد وہی شخص قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا۔ شہر کے حاکم کے پوچھنے پر بولا آج بھی میں لوگوں کی اللہ سے صُلح کرانے کی کوشش کر رہا ہوں آج لوگ تو مانتے ہیں۔ لیکن اللہ نہیں مانتا۔ انہوں نے دنیا میں مہلت عمر گنوا دی۔ وقت کی تنگی اور بابا جی کی سفر کی تھکاوٹ کے پیش نظر محفل برخاست کرنا پڑی۔ پروگرام کے مطابق عتیق عباسی صاحب بابا جی کو لے کر اپنے دولت خانہ چل دیئے جہاں انہوں نے رات کو قیام کرنا تھا۔

13 اکتوبر بروز ہفتہ عتیق عباسی صاحب نے بابا جی کو ناشتہ کے بعد واپس مرکز خواجہ ولی محمد کی رہائش گاہ پر لانا تھا جہاں سے انہوں نے خادم حلقہ اسلام آباد عبدالوحید قریشی صاحب کے ہاں G-9-4 جانا تھا وحید صاحب نے لنچ پر بابا جی کے ساتھ کچھ اور بھائیوں کو بھی مدعو کیا ہوا تھا وحید صاحب بابا جی کو لینے دس بجے تشریف لائے اور ہم بابا جی کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ منیر احمد لودھی صاحب کراچی اور اسلام آباد میں بیک وقت سپیشل بچوں کے "دیوا انسٹیٹیوٹ" کے نام پر دو ادارے چلا رہے ہیں جن میں سپیشل بچوں کی ایک بڑی تعداد تعلیم حاصل کر رہی ہے اب لودھی صاحب اسلام آباد ہی میں ان سپیشل بچوں کے لئے یونیورسٹی لیول کا ایک اور ادارہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے بارے میں بابا جی سے مشاورت کی اور پلاٹ بھی دیکھا بابا جی نے لودھی صاحب کے اس جذبہ کی تعریف کی اور دعا دی۔ کھانے کے بعد بابا جی نے قیلولہ کیا اور ہم لوگ بھی اسلام آباد کی سیر کیلئے باہر نکل آئے۔ عصر کی نماز کے بعد یہ کارواں راولپنڈی کی طرف چل پڑا کیونکہ آج بھی ذکر کا پروگرام مرکز راولپنڈی ہی میں تھا۔ مغرب کی نماز کے بعد حسب معمول ذکر شروع ہوا۔ کھانے کے بعد محفل کا انعقاد ہوا آج بھی مقامی بھائیوں کے علاوہ باہر کے بھائی کافی تعداد میں تھے۔ بابا جی نے فرمایا پنڈی کا حلقہ اچھا ہے۔ مطلوبہ معیار کے مطابق ذکر ہوتا ہے۔ ذکر ایک خاص ردھم ہی سے اچھا لگتا ہے زیادہ سپیڈ بھی ٹھیک نہیں جیسے کبھی کراچی میں ہوا کرتا تھا۔ جوش و تیزی میں کلمہ ہی الٹا پڑھنے لگتے۔ ذکر کے دوران میں ذہن بالکل صاف ہونا چاہیے

کوئی صورت کوئی خیال نہ ہو۔ لا الــہ پر ہر چیز کی نفی کریں الا اللــہ کی ضرب زور کے ساتھ دل پر لگائیں اور اللہ کے نور کو محسوس کریں۔ باباجی نے بتایا جتنی نفی کامل ہوگی اتنی ہی روحانیت زیادہ ہوگی اور جتنا اثبات کامل ہوگا اتنا ہی اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔ لیکن اس میں ناغہ نہیں ہونا چاہیے باباجی نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد مجلسیں نہ جماؤ نماز پڑھو اور اللہ کے تصور میں سوجاؤ لیکن آج کل ٹی وی کا دور ہے نماز کے بعد رات کافی دیر تک محفلیں جمتی ہیں اور وہی شیطانی خیالات لیکر سوجاتے ہیں۔ ویسے بھی عشاء کی نماز دیر سے پڑھنے کا حکم ہے۔ باباجی نے فرمایا فرض سنت پڑھو لیکن وتروں کو موخر کر کے سوتے وقت پڑھ لیا کرو یہی تہجد کے قائم مقام ہو جائیں گے۔ باباجی نے فرمایا کہ زوایہ میں اشفاق احمد مرحوم نے لکھا ہے کہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم جناب مولانا محمد حسن کی ایک ٹانگ کو کاٹنا ضروری ہوگیا تھا اُسے جب بیہوش کرنے لگے تو اس نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ بغیر بے ہوش کیے میری ٹانگ کاٹیں۔ ڈاکٹرز نے کہا یہ ممکن نہیں ناقابل برداشت تکلیف ہوگی اس لئے نشہ Anathesia دینا ضروری ہے۔ مولانا نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ میرا دماغ ماؤف ہوجائیگا۔ ایسا تو نہیں ہوسکتا میں تو اس یاد سے ایک لمحہ کیلئے بھی غافل نہیں ہوا۔ آپ آپریشن بغیر نشہ کے کریں میں اپنا کام کرتا ہوں آپ اپنا کام کریں پھر انہوں نے اپنے چہرے پر رومال رکھا اللہ کے ذکر میں مصروف ہو گئے۔ ڈاکٹرز نے آپریشن شروع کر دیا۔ آپریشن ہوگیا تو انھوں نے چہرے سے رومال ہٹایا اور فرمایا کہ ایک سیکنڈ بھی میرا دماغ اللہ سے کٹ جائے تو یہ اللہ کی یاد میں تعطل ہے جسے میں پسند نہیں کرتا۔ ڈاکٹرز کے مطابق یہ طب کی دنیا میں انوکھی نوعیت کا آپریشن تھا۔

چونکہ وقت بہت ہو چکا تھا اس لئے مجلس برخاست کرنی پڑی۔ باباجی نے اختتامی دعا فرمائی اور بھائیوں نے باباجی کو الوداع کیا وحید صاحب باباجی کو لیکر اسلام آباد چلے گئے جہاں سے باباجی نے راولپنڈی میں تعینات اپنے بیٹے بریگیڈیئر حامد محمود کے پاس جانا تھا۔

شریعت،سنت،طریقت

(پروفیسر غلام شبیر شاہد ہوتوانی ۔چوک اعظم)

اسلام کی تعلیمات کا سر چشمہ کتاب وسنت ہے ۔شریعت احکام کے مجموعہ کا نام ہے ۔ اس میں اعمال ظاہری اور باطنی سب آ گئے ۔باطنی اعمال کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں ۔لوگ سمجھتے ہیں کہ طریقت شریعت سے کوئی الگ چیز ہے ۔خوب سمجھ لو کہ یہ شریعت ہی کا حصہ ہے ۔ قرآن مجید میں اس کو تزکیہ اور احسان کے نام سے یاد کیا گیا ہے ۔اگر طریقت شریعت کے تابع نہیں تو وہ شریعت ہی نہیں ۔شریعت انسان کے ظاہری اعمال وافعال کے متعلق جتنے احکام ہیں ان کے مجموعے کا نام ہے اور طریقت یا تصوف باطن کے اعمال وافعال کا نام ہے یہ کوئی علم وفن نہیں کہ جس کو پڑھا جائے یہ تو سراپا عمل کا نام ہے یہ قال نہیں بلکہ حال ہے ۔تصوف باطنی اور خارجی دنیاؤں کو ہم آہنگ کرتا ہے ،ہمیں دنیا میں متحرک ہونا سکھاتا ہے ۔حقوق تمام تر شریعت ہے یعنی شریعت حقوق کا نام ہے ،اللہ تعالیٰ کے حقوق ،حقوق اللہ اور بندوں کے حقوق ،حقوق العباد اور حدود تمام تر سنت ہے یعنی سنت سے پتا چلتا ہے کہ کس حق کی کیا حد ہے ۔حقوق اللہ کی حد کہاں تک ہے اور حقوق العباد کی حد کہاں تک ہے اور حضور اقدس ﷺ کی سنتیں بتاتی ہیں کہ کس حق پر کس حد تک عمل کیا جائے ۔اور حفظ حدود تمام تر طریقت ہیں ،یعنی طریقت جس کو تصوف اور سلوک کہا جاتا ہے ، اس حدود کی حفاظت کا نام ہے یعنی وہ حدود جو سنت سے ثابت ہیں ۔ان کی حفاظت ،تصوف اور سلوک کے ذریعے ہوتی ہے ۔خلاصہ یہ ہے کہ شریعت تمام تر حقوق ،سنت تمام تر حدود ،اور طریقت تمام تر حفظ حدود ہیں ۔اگر یہ تین چیزیں حاصل ہو جائیں تو پھر کسی چیز کی حاجت نہیں لیکن عادتاً یہ چیزیں اس وقت تک حاصل نہیں ہوتیں جب تک انسان کسی اللہ والے کی تربیت میں نہ آئے اور کسی شیخ کامل کے سامنے اپنے آپ کو اعمال کی اصلاح کے لئے پیش نہ کرے ۔جب تک کسی مرد کامل کے سامنے اپنے آپ کو اور اپنی خواہشات کو پامال نہیں کرے گا اس وقت تک یہ بات

حاصل نہیں ہوتی بلکہ افراط وتفریط میں مبتلا رہے گا اور اعتدال کا راستہ نہیں پا سکتا۔ کبھی ادھر جھک جائے گا کبھی اُدھر جھک جائے گا۔ تصوف کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان افراط وتفریط سے بچے اور اعتدال کی روش اختیار کرے۔ جب بھی دین کا تقاضا آئے تو فوراً لبیک کہے اور اپنی زندگی سپاہیانہ انداز میں گزارے اور ہر وقت میدان عمل میں چاک و چوبند اور کمر بستہ رہے۔ راہ سلوک میں سستی روا نہیں۔

باطن کی اصلاح۔

اکابرین نے باطن کی اصلاح کے دو طریقے بتائے ہیں یا دل کو اللہ کی محبت سے بھر دیں تو بندہ محبت کی وجہ سے محبوب کی ہر بات مانتا ہے اور دوسرا طریقہ ہے کہ نفس پر محنت کر کے اس کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ اس کو شریعت کی لگام ڈال دی جائے یعنی آپ اگر دل اللہ کی محبت سے بھر دیں گے تو نفس کا خود بخود تزکیہ ہوتا چلا جائیگا۔ واضح ہو کہ جہاں نفس کی لذت ختم ہوتی ہے وہاں اللہ کی محبت کی ابتداء ہوتی ہے، اور نفس جہاں لذت لینا شروع کرتا ہے تو اللہ کی محبت کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم ظاہری طور پر دنیا میں نظر آئیں اور ہمارا باطن اللہ کے ساتھ جڑا ہو لیکن آج ہمارا معاشرہ بلند ترین اخلاقی اور روحانی اقدار سے خالی ہو گیا ہے۔ ہماری ساری تگ و دو صرف دنیا کیلئے ہو چکی ہے۔ اسلئے جو کچھ ہم روحانی سطح پر ہوتے ہیں اسی کا عکس ہمارے کام کاج میں نظر آتا ہے۔

باطن کی اصلاح کی اہمیت اس لئے زیادہ ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ "انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ سنورتا ہے تو پورے جسم کے اعمال سنور جاتے ہیں اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو پورے جسم کے اعمال خراب ہوتے ہیں۔ جان لو! وہ انسان کا دل ہے"۔ اگر یہ باطن کا معاملہ درست نہ ہو تو ظاہری اعمال بھی بے کار ہو جاتے ہیں فرض کرو اخلاص نہیں ہے تو اگر کوئی نیک کام کیا اور اس میں ریاء، عجب، خود پسندی اور دکھاوے کی خواہش شامل ہو گئی تو وہ نیکی وبال بن جاتی ہے بلکہ شرک خفی بن جاتا ہے۔ اخلاص کے معنی ہیں کہ

ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی فکر کہ انسان جو کام بھی کرے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرے۔اخلاص باطنی فعل ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو دکھاوے کیلئے نماز پڑھ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کر رہا ہے"۔گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کی بجائے مخلوق کو راضی کرنا چاہتا ہے۔اس لئے باطن کی اصلاح ظاہری اعمال کو درست کرنے کیلئے بھی لازمی ہے۔اگر یہ نہیں ہوگی تو ظاہری اعمال بھی بے کار ہو جائیں گے۔ہمارے بزرگوں نے یہ طریقہ بتلایا ہے چونکہ انسان ان چیزوں کی اصلاح خود نہیں کرسکتا لہذا کوئی معالج تلاش کرنا چاہیے اس معالج کو چاہے پیر کہہ لو، یا شیخ کہہ لو چاہے استاد کہہ لو،لیکن اصل میں وہ معالج ہے جو باطن کی بیماریوں کا ڈاکٹر ہے جب تک کسی معالج کے پاس نہیں جائے گا اس وقت تک بیماریوں میں مبتلا رہے گا اور اس کے اعمال خراب ہوتے چلے جائیں گے جیسے ایک شخص کسی مرض میں مبتلا ہے وہ لاکھ اپنی بیماری کو ختم کرنے کیلئے اپنے طور پر علاج کرنے کی کوشش کرے لیکن وہ بے سود ہوگا۔وہ اس مرض کا نہ سبب جانتا ہے اور نہ پرہیز اور احتیاطیں۔ اگر وہ کسی مستند حکیم یا ڈاکٹر سے علاج کیلئے رجوع کرے گا ہو سکتا ہے اسے ڈاکٹر یا حکیم ایک دو پرہیز بتا دے اور اسی سے ہی مرض کی بیخ کنی ہو جائے۔اسی طرح روحانی پیشوا مختلف باطنی امراض کے اسباب جانتے ہیں وہ ایک آدھ احتیاط یا پرہیز بتا کر بہت سے باطنی امراض سے نجات دلوا سکتے ہیں۔مثلاً ایک شخص نفرت،حسد،غیبت،چغل خوری،خود پسندی،بغض اور ریا کاری میں مبتلا ہے۔آپ بتائیں وہ شخص ان سب امراض سے گلوخلاصی چاہتا ہے اب وہ ایک ایک کرکے ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن وہ ان میں سے ایک نہ ایک میں ضرور گرفتار رہے گا اگر وہ کسی بزرگ کی شاگردی میں آئے گا تو بزرگ غصہ اور نفرت کو نفی کرنے کا حکم دے گا تو مذکورہ دوسرے تمام امراض سے خود بخود نجات حاصل کرلے گا ہمارے پیر و مرشد جناب محمد صدیق ڈار صاحب اپنے مریدین کو مجاہدہ کرنے کیلئے غصہ اور نفرت کو نفی کرنے کی تلقین کرتے ہیں غصہ اور نفرت کو نفی کرنے سے مذکورہ باطنی بیماریوں سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

پاکپتن کا منشی

(عاصم شاہ)

پاکپتن میں ایک سرکاری منشی نہایت تنگ خُو تھا۔ اپنے ماتحتوں اور غریب عوام کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا تھا اور کسی پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے بالکل نہ ڈرتا تھا۔ اتفاقاً اس منشی سے کسی وجہ سے اس کا حاکم اعلیٰ سخت ناراض ہوگیا اور اس منشی کو سزا دینے کے درپے ہوا۔ منشی صاحب نے اپنے حاکم کو منانے اور خوش کرنے کوشش کی مگر ناکام رہ گیا۔ منشی حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا بڑی عاجزی کی ساتھ عرض کی "حضور! حاکم شہر خواہ مخواہ مجھے تکلیف دینے کے درپے ہے۔ اگر آپ از راہ کرم اس سے میری سفارش فرمادیں تو انتہائی ممنون ہونگا۔" حضرت نے حاکم کے پاس اپنے ایک خادم کے ذریعہ ایک رقعہ بھیجا۔ اس میں یہ لکھا تھا۔" اس درویش کی منت قبول کرتے ہوئے اس شکستہ دل منشی کو تکلیف نہ دیں"۔ لیکن حاکم نے منشی پر اور زیادہ سختی کرنا شروع کردی۔ منشی پریشان ہوکر پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی۔ "حضور! حاکم کی سختیاں حد سے بڑھتی جارہی ہیں "فرمایا "میں نے اس سے تیری سفارش کردی مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تیرے پاس بھی کوئی مظلوم فریاد لیکر آیا ہوا اور تو نے بھی اس کی فریاد رسی نہ کی ہو؟" یہ سنتے ہی منشی نے کھڑے ہو کر اعتراف کیا کہ بے شک مجھ سے بھی ایسی بہت سے حرکتیں سرزد ہو چکی ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔" جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ اگر تو بہتری چاہتا ہے تو سچے دل سے توبہ کر اور یہ عہد کر کے آئندہ تو کسی کو نہیں ستائے گا۔" منشی نے اسی وقت توبہ کی اور عہد کیا کہ "میں آئندہ کسی کو نہیں ستاؤں گا اور حتی الامکان لوگوں کی خدمت کرونگا"۔ ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ حاکم اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔" حضور! مجھے افسوس ہے کہ آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا۔ اب میں آپ سے معافی مانگنے کیلئے حاضر ہوا ہوں، میں نے منشی کا قصور معاف کردیا۔ آپ بھی میرا قصور

معاف فرمادیں ۔"حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے خوش ہوکر اس کے حق میں دعا فرمائی ۔پھر نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ۔"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے افسران اعلیٰ تم سے اچھا برتاؤ کریں تو تم بھی اپنے ماتحتوں سے اچھا برتاؤ کرو ۔مظلوموں کی فریاد سنو اور ان کی دادرسی کرو ۔ ورنہ تمہاری فریاد بھی نہ سنی جائے گی ۔"

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

دُعائے مغفرت

(1) چوک اعظم کے بھائی پروفیسر غلام شبیر شاہد ہوتوانی کے حقیقی چچا حاجی غلام عیسیٰ صاحب اور چچا کی بیٹی ۔

(2) فتح پور کے بھائی مبارک صاحبؒ مرحوم کی اہلیہ

(3) ملتان کے بھائی اسد دلشاد کی والدہ جو عبدالوحید بھائی کی ممانی تھیں ۔

(4) ملتان کے بھائی پروفیسر مشتاق احمد بھٹہ کی اہلیہ

(5) لسوڑی کے بھائی اشفاق شاہ کے داماد سید زوار شاہ

بقضائے الٰہی وفات گئے ہیں ۔(ان للہ و انا الیہ راجعون)

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت کیلئے دعا فرمائیں

حکمت کی باتیں

(مرسلہ:محمد قاسم توحیدی)

☆...... بیکاری تمام شرارتوں کی داعیہ اور کل بربادیوں کی ماں ہے۔

☆...... جو دوسروں سے بڑھ کر بولتا ہے تا کہ اس کی بڑائی ظاہر ہو تو لوگ اس کی جہالت کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

☆...... ترقی کی معراج پر وہی پہنچ سکتا ہے جو آئندہ بہتری کیلئے موجودہ عارضی عیش کو چھوڑنے کیلئے ہر وقت تیار رہے۔

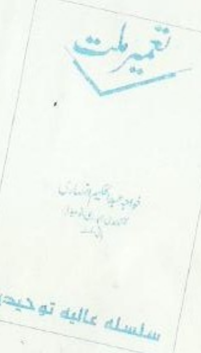
☆...... محنت ہمارے ہاتھ میں ہے اور نصیب اللہ کے ہاتھ میں، ہمیں اسی کام کو لینا چاہیے جو ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اصل محنت وہ ہے جس میں جسمانی قوئ روحانی طاقتوں کے ماتحت کام کریں۔

☆...... ترقی خود محنت کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے بیرونی امداد یعنی ہدایت، تربیت، نصیحت، کتاب، ممکن ہے راستے کے نشانوں کی طرح تمہیں راہ راست سے بھٹکنے نہ دیں مگر وہ تم کو اٹھا کر ایک قدم آگے نہیں لے جاسکتے۔ منزل کو طے کرنا تمہاری اپنی ہی ٹانگوں کا کام ہے۔

☆...... جب حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

☆...... جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء، علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

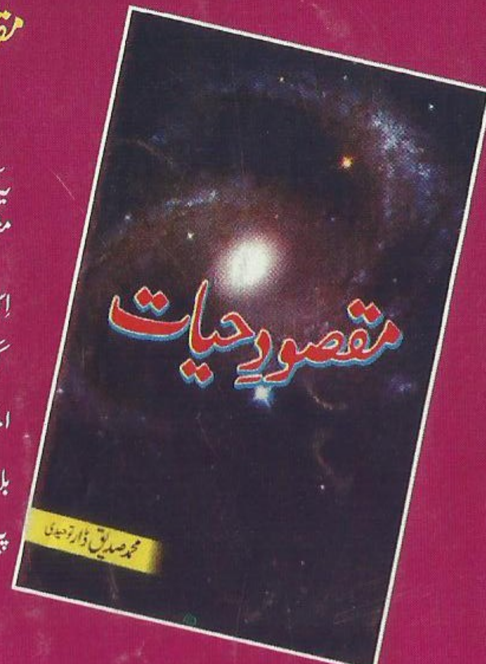


یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔
مصنفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات

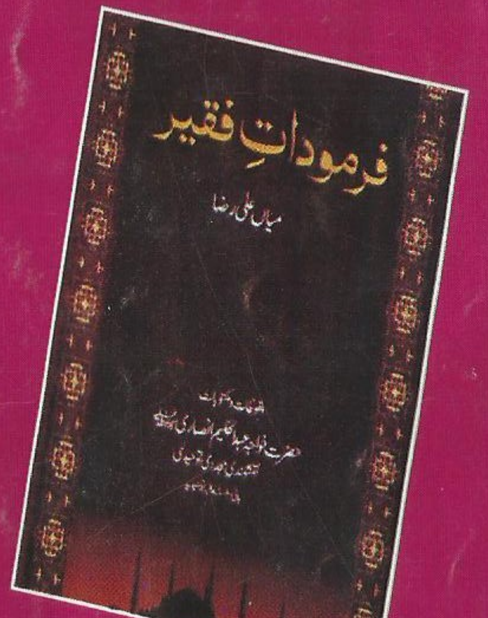


مقصودِ حیات

مصنّف: محمد صدیق ڈار توحیدی (شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

یہ کتاب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب کے سالانہ خطبات پر مشتمل ہے۔ جو اُنہوں نے سلسلہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے۔ اِس میں تصوّف کی تعلیمات کو قرآن کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ تصوّف اسلام اور قرآن سے باہر کی کوئی چیز نہیں بلکہ یہ عین قرآن کے احکامات کا نام ہے اور قرآن جس طرح کے بندۂ مومن کی تصویر پیش کرتا ہے وہ بلاشبہ ایک سچے صوفی کا ہی روپ ہے۔ قرآن پاک کے حقیقی پیغام کو آسان پیرائے میں سمجھنے کیلئے یہ کتاب سالکانِ راہ حق کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

فرموداتِ فقیر مرتب: میاں علی رضا



بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ، خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اور آپکے دوست اور محسن رسالدار محمد حنیف خانؒ کی سوانح حیات کیساتھ اِس کتاب میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی مجالس کا تذکرہ اور اپنے مریدوں کو مختلف اوقات میں لکھے ہوئے خطوط شامل کئے گئے ہیں۔

قبلہ حضرت کی مجالس میں بیان کیے گئے چھوٹے چھوٹے واقعات نہایت سبق آموز اور راہ سلوک کے مسافروں کے علاوہ عام قارئین کیلئے بھی یکساں دلچسپی کا باعث ہیں۔ آپکے لکھے ہوئے جوابی خطوط میں بھائیوں کیلئے دینی و دنیاوی اور روحانی مشکلات کے حل کا سامان موجود ہے۔ نہ صرف اِن کیلئے جن کو یہ خطوط لکھے گئے بلکہ اب بھی ہر پڑھنے والے کیلئے فائدے کا سبب ہیں۔

Reg: CPL - 01
Website:www.toheedia.net